اُردو کی ساتویں کتاب





پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

تیار کردہ: پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور
منظور کردہ: وفاقی وزارتِ تعلیم (شعبہ نصاب) حکومتِ پاکستان، اسلام آباد۔

مصنفین: ڈاکٹر اصغر علی شیخ
ڈاکٹر محمد صالح طاہر
محمود احمد کاوش

مدیران: محمد زبیر ساہی، راجا رشید محمود

چیف کوآرڈینیٹر: ڈاکٹر فوزیہ سلیمی (ستارۂ امتیاز، اعزازِ فضیلت)

نگران: پروفیسر خالد مسعود ملک (ناظم انسانیات)
محمد زبیر ساہی
محمد اقبال بھٹی
محمد ظہیر الحق (سینئر آرٹسٹ)

پروسس: نصیر سنز، اردو بازار، لاہور
سرورق: اظہار سنز، اردو بازار، لاہور

ناشر : یونین بک ڈپو اُردو بازار لاہور
مطبع : آرٹسٹک پرنٹرز، لاہور

اُردو

جماعت ہفتم



پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور



وزیر اعلیٰ (پنجاب) کا پیغام

عصرِ حاضر علمی ترقی کی انتہاؤں کو چھو رہا ہے۔ ترقی یافتہ اقوام کا طرۂ امتیاز اعلیٰ تعلیمی معیار ہے۔ اس مقصد کے حصول میں نصاب اور درسی کتب کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ نصاب کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ہماری حکومت کا تعلیمی میدان کو فوقیت دینا ثابت کرتا ہے۔ نصاب کی از سرِ نو تشکیل کے ساتھ ساتھ درسی کتب کی تصنیف و تدوین میں بھی ہم نے کہنہ مشق ماہرین کی خدمات حاصل کیں جو اعلیٰ معیارِ تعلیم کے حصول میں یقیناً ممد و معاون ہوں گی۔

عزیز طلبہ و طالبات! زندگی کے اعلیٰ معیار کے حصول میں علمی ترقی اور اعلیٰ معیار بنیاد کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہماری حکومت اس بنیاد کی فراہمی کے لیے مقدور بھر کوششیں کر رہی ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ ان نصابی کتب سے استفادہ کریں اور پاکستان کی تعمیر و ترقی میں بھرپور کردار ادا کریں۔

میں دعا کرتا ہوں کہ ہماری نسلِ نو جدید تعلیمی تقاضوں کو مدِ نظر رکھ کر ترقی کے اعلیٰ مدارج طے کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین

چودھری پرویز الٰہی

وزیر اعلیٰ پنجاب

پیش لفظ

تعلیمی پالیسی 1998ء تا 2010ء نے نصاب کو علمی ترقی کے لیے سنگ بنیاد تصور کرتے ہوئے بڑی اصلاحات، جن میں تعلیم کی تمام سطحوں کے لیے نصاب وکتاب کی نئے سرے سے تدوین شامل ہے، کے لیے اقدام اٹھانے کی سفارش کی ہے۔

سائنس اور ریاضی کے نصاب کی نظرثانی کے بعد گورنر پنجاب نے محکمہ تعلیم کو پہلی جماعت سے بارہویں جماعت تک انسانیات کے نصاب کی عصری تقاضوں سے ہم آہنگی اور نظرثانی کا حکم دیا چنانچہ محکمہ تعلیم پنجاب نے انسانیات کے نصاب کی نظرثانی کے کام کو بھی اپنے ذمہ لے لیا۔ 2002ء میں وزارت تعلیم، اسلام آباد نے انسانیات کے نئے نصاب کو قومی سطح پر لاگو کر کے تکنیکی منظوری دے دی

نئے تصورات، نت نئے علوم و معلومات، تحقیقی تسلسل، جدید طریقہ ہائے تدریس، قومی خواہشات، مطالبات و توقعات اور سب سے بڑھ کر کچھ نیاپن ہونے کی خواہش نصاب وکتاب کی باقاعدگی سے عصری ہم آہنگی و نظرثانی کا ہمیشہ ہی سے تقاضہ کرتی ہے۔

یہ نصابی کتاب نئے نصاب کے مطابق تحریر شدہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ طلبہ و طالبات، والدین اور ماہرین تعلیم اس نصابی کتاب کے بارے میں اپنی قیمتی آرا سے مسلسل آگاہ فرمائیں گے تاکہ ہم اپنے اگلے ایڈیشن میں اسے مزید بہتر بنا سکیں۔

میں اپنے فرائض سے کوتاہی برتوں گی اگر میں نصاب اور ٹیکسٹ بک ریویو کمیٹی کے ممبران کا شکریہ ادا نہ کروں جن کی شبانہ روز محنت نے اس ٹیکسٹ بک کو حتمی شکل میں پیش کرنے کی سعی کی۔

میں تمام ماہرین تعلیم، قومی ریویو کمیٹی اور کریکولم ونگ وزارت تعلیم، اسلام آباد کے ممبران کی شکرگزار ہوں جن کے تعاون سے اس کام کی تکمیل کا یہ خواب شرمندہ تعبیر ہوا۔ مصنفین، ایڈیٹرز اور دیگر افراد جنھوں نے یک جان ہو کر یہ کام مکمل کیا میرے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں۔

سب سے بڑھ کر میں خدائے بزرگ و برتر کی انتہائی شکرگزار ہوں جس نے قومی نوعیت کے اس اہم کام کے لیے ہمیں سعادت اور ہمت بخشی۔

میں دعاگو ہوں کہ ہماری یہ کوشش نئے زمانے کا نقطۂ آغاز ثابت ہو۔ ایک ایسا زمانہ جس میں پاکستان بہت زیادہ ترقی کرے اور ترقی یافتہ اقوام کی صف میں ہم قدم ہو جائے آمین۔

ڈاکٹر فوزیہ سلیمی (ستارۂ امتیاز، اعزازِ فضیلت)
چیف کوارڈینیٹر
کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک کمیٹی، پنجاب
چیئرپرسن
پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور

بِسمِ اللہ الرحمٰن الرحِیم○

فہرست

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

حمد

جہان بھر کی حکومتوں سے نوازتا ہے
وہ اپنے بندوں کو عظمتوں سے نوازتا ہے

اُسی کی دھرتی، فلک بھی اُس کا، وہ سب کا خالق
وہ اَن گِنت، اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے

ہر ایک شے پہ محیط ہے اُس کی حکمرانی
رحیم آقا ہے، رحمتوں سے نوازتا ہے

ہو جس زمیں پر نِظام اُس کا، کلام اُس کا
وہ اُس زمیں کو صباحتوں سے نوازتا ہے

ہے ذکر اُس کا، سکونِ قلب ونظر کا باعث
وہ بے سکونی میں، راحتوں سے نوازتا ہے

وہی خُدا ہے، اَزَل بھی اُس کا، اَبَد بھی اُس کا
ہمیشہ اپنی محبتوں سے نوازتا ہے

وہ جانتا ہے، جو سامنے ہے جو غیب میں ہے
ہمیں بھی آصفؔ وہ حکمتوں سے نوازتا ہے

(ڈاکٹر آصف راز)

مشق

1۔ اس حمد کو زبانی یاد کریں۔ اسمبلی یا جماعت میں پڑھیں۔

2۔ متضاد الفاظ کو تیر کے نشان کی مدد سے آپس میں ملائیں۔

کالم الف	کالم ب
بندہ	نفرت
زمین	خدا
غیب	حاضر
محبت	آسمان
ازل	ابد

3۔ ''نعمتوں'' اور ''رحمتوں'' ہم آواز لفظ ہیں۔ آپ اس نظم سے ہم آواز الفاظ کی فہرست تیار کریں۔

4۔ آپ جماعت ششم میں مرکزی خیال کی تعریف پڑھ چکے ہیں۔ اُس تعریف کی روشنی میں اس نظم کا مرکزی خیال لکھیں۔

نعت

سلام اُس پر کہ جس نے بے کسوں کی دست گیری کی
سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اُس پر کہ اَسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اُس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

سلام اُس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اُس پر ہُوا مجروح جو بازارِ طائف میں

سلام اُس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اُس پر کہ ٹُوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

سلام اُس پر جو سچّائی کی خاطر دُکھ اُٹھاتا تھا
سلام اُس پر جو بھوکا رہ کے اَوروں کو کھِلاتا تھا

دُرود اس پر کہ جو ماہر کی امیدوں کا ملجا ہے
دُرود اس پر کہ جس کا دونوں عالم میں سہارا ہے

(ماہر القادری)

مشق

1۔ یہ نعت زبانی یاد کریں۔ اسمبلی یا جماعت میں پڑھیں۔

2۔ مندرجہ ذیل اشعار کو مکمل کریں۔

(i) سلام اُس پر کہ جس نے بے کسوں کی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی
سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی

(ii) سلام اُس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں
سلام اُس پر ہُوا مجروح جو بازار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں

3۔ اس نعت کے دوسرے اور تیسرے شعر میں جن واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اُن کی وضاحت پانچ چھے جملوں میں کریں۔

صادِق اور امین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم صادق اور امین کے القابات سے پکارے جاتے تھے۔ لوگ انھیں 'صادق' اس لیے کہتے تھے کہ آپؐ کی زبان کبھی جھوٹ سے آلودہ نہیں ہوئی تھی اور آپؐ کو 'امین' اس لیے کہا جاتا تھا کہ آپؐ نے امانت میں خیانت کبھی نہیں کی تھی۔ آپؐ ان دو صفات کی وجہ سے اس قدر ممتاز تھے کہ کفار بھی آپؐ کے مُعترِف تھے۔ وہ دشمنی اور مخالفت کے باوجود آپؐ کو سچا سمجھتے اور آپؐ کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے۔

اسلام میں دو امانت دار خاص طور پر مشہور ہیں:۔

1۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام جنھیں ''روح الامین'' کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔

2۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جنھیں ''رسول الامین'' کہا گیا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ''امین'' اس لیے کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی یعنی قرآنِ حکیم کو حُضور نبی کریمؐ تک پہنچاتے تھے اور حُضور کو امین اس لیے فرمایا کہ وہ بھی اللہ کے پیغام کو بغیر کسی ردو بدل کے اللہ کے بندوں تک پہنچاتے رہے۔

صداقت اور امانت لازم وملزوم ہیں۔ ایک جھوٹا آدمی کبھی امانت دار نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح ایک امین کبھی کاذب نہیں ہوسکتا۔ نبی کریمؐ سراپا اخلاق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اخلاق کو عظیم فرمایا ہے۔ آپؐ کی شخصیت بہترین اَخلاقی قدروں سے مُزیّن تھی۔ آپؐ صداقت اور امانت کے مُرقّع تھے۔ شائستگی، سخاوت، شُجاعت، حیا اور پاک دامنی، عدل وانصاف کی تمام خوبیاں آپؐ کی حیاتِ طیبہ میں پوری طرح موجود تھیں۔ جب آپؐ نے لوگوں کو اللہ کا پیغام پہلی مرتبہ پہنچانے کے لیے کوہِ صفا پر جمع کیا اور اسلام کی دعوت دی تو فرمایا:

(ترجمہ) ''تم لوگ یہ بتاؤ کہ اگر میں یہ خبر دوں کہ ادھر وادی میں شہ سواروں کی ایک جماعت ہے

جوتم پر چھاپا مارنا چاہتی ہے تو کیا تم میری بات پر یقین کرلو گے؟'' لوگوں نے کہا ہاں، کیوں کہ ہم نے آپؐ سے ہمیشہ سچ ہی سُنا۔

ایک بار ابوجہل نے بھی آپؐ کے سچا ہونے کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ''ہم آپؐ کو جھوٹا نہیں کہتے البتہ آپؐ جو کچھ لے کر آئے ہیں، اس کو ہم جھٹلاتے ہیں''۔ اسی طرح قرآنِ مجید میں بھی اِرشاد ہوا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم! یہ لوگ آپؐ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیات سے انکار کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ روم کے بادشاہ ہِرَقل نے ابوسفیان سے پوچھا کہ کیا تم اس نبی پر اسلام کی بات کرنے سے پہلے بھی جھوٹ کا الزام لگاتے تھے۔ ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں ہم اسے سچا سمجھتے تھے۔ آپؐ کے اعلانِ نبُوّت سے قبل کا واقعہ ہے کہ کعبۃ اللہ کی تعمیر کے دوران میں حجرِ اَسْوَد کے اپنی جگہ پر رکھنے پر قبائل میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ ہر قبیلہ یہ شرف حاصل کرنا چاہتا تھا۔ آخر میں فیصلہ یہ ہوا کہ جو شخص کل صبح سب سے پہلے بیت اللہ شریف میں داخل ہوگا، اس کی بات فیصلہ کن ہوگی۔ اللہ کا کرنا ایسا ہُوا کہ اگلی صبح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سب سے پہلے کعبے میں داخل ہوئے۔ لوگوں نے دیکھا تو خوشی سے پکار اٹھے ''صادق اور امین'' آگئے ہمیں ان کا فیصلہ منظور ہے۔

اعلانِ نبوت سے قبل جن لوگوں کے ساتھ آپؐ کے تاجرانہ تعلّقات تھے وہ سب کے سب آپؐ کی صداقت کا اِعتراف کرتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے بھی آپؐ کی صداقت اور دیانت سے متاثر ہو کر شادی کا پیغام بھجوایا۔ آپؐ کی صداقت اور امانت کے بارے میں بے شمار واقعات سیرت کی کتابوں میں شامل ہیں۔ جب آپؐ ہجرت فرما رہے تھے تو آپؐ نے لوگوں کی امانتیں حضرت علیؓ کے سپرد فرمائیں اور فرمایا کہ ان امانتوں کو واپس کرنے کے بعد ہی مدینے آنا۔

غزوۂ حنین میں آپؐ کو کچھ اَسلحے کی ضرورت تھی۔ آپؐ نے صفوان نامی ایک شخص سے اس وعدے پر کچھ زرہیں حاصل کیں کہ اگر کوئی زرہ ضائع ہوئی تو اس کی قیمت ادا کر دی جائے گی۔ چنانچہ صفوان نے آپؐ کو چالیس زرہیں مستعار دے دِیں۔ واپس کرتے وقت کچھ زرہیں کم نکلیں تو آپؐ نے تاوان پیش کیا لیکن صفوان نے یہ کہ کر تاوان لینے سے انکار کر دیا کہ اب میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ ایک مرتبہ آپؐ نے کسی سے ایک پیالہ مستعار لیا۔ اِتفاق سے وہ گم ہوگیا۔ آپؐ نے فوراً اس

کی قیمت ادا فرمادی۔ ایک مرتبہ آپؐ نے کسی سے اونٹ قرض لیا جب واپس کیا تو اس سے بہتر اونٹ واپس کیا۔

جنگِ خیبر کا واقعہ ہے کہ کسی یہودی کا ایک غلام بھاگ کر آپؐ کے پاس چلا آیا اور اسلام سے مُشرّف ہوا۔ آتے ہوئے وہ اپنے مالک کی بکریاں بھی ساتھ لے آیا۔ آپؐ نے اسے حکم دیا کہ بکریوں کا ریوڑ ہانک دو۔ وہ خودبخود مالک کے پاس پہنچ جائے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نزدیک صداقت اور امانت کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ امانت کو آپؐ نے ایمان کا ہم پلّہ قرار دیا۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں۔ امانت صرف مال میں خیانت نہ کرنے کا نام نہیں ہے۔ امانت راز کی بھی ہوتی ہے۔ کسی کا رازِ افشا کر دینا بھی امانت میں خیانت کے برابر ہے۔ اسلامی احکام کی پابندی بھی امانت ہے اور ان کی خلاف ورزی خیانت ہے۔ اس طرح صداقت سے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے کہ صداقت کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔ صداقت نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت میں پہنچاتی ہے۔ اس کے برعکس جھوٹ بدی کی طرف لے جاتا ہے اور بدی دوزخ میں پہنچاتی ہے۔

جب کوئی شخص ہمیشہ سچ بولتا ہے تو خدا کے نزدیک اس کا شمار سچّے لوگوں میں ہوتا ہے۔ اس طرح جب کوئی شخص مسلسل جھوٹ بولتا ہے تو خدا کی نظر میں وہ ہمیشہ کے لیے جھوٹا ہوتا ہے۔ سچّائی نیکیوں کا سرچشمہ ہے اور جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ تمام برائیاں جھوٹ ہی سے جنم لیتی ہیں۔ ہم سچے اور امانت دار نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اُمّتی ہیں۔ آپؐ کی زندگی ہمارے لیے نمونہ ہے۔ اس لیے ہمیں بھی سچائی اور امانت و دیانت کو اپنانا چاہیے۔

مشق

1۔ نیچے دیے گئے ہر سوال کے چار جوابات میں سے درست جواب کے شروع میں (✔) کا نشان لگائیں۔

(i) ہجرت کے وقت حضرت علیؓ کے ذمے کام لگایا گیا۔

(الف) حضوؐر کے بستر پر دراز ہونے کا (ب) رات بھر جاگتے رہنے کا

(ج) کفار کا مقابلہ کرنے کا (د) لوگوں کی امانتیں واپس کرنے کا

(ii) اہل قریش میں سے آپؐ کی صداقت کا برملا اعتراف کیا۔

(الف) ابوسفیان نے (ب) ابوجہل نے (ج) ابولہب نے (د) ابوطالب نے۔

(iii) ابوسفیان نے کس فرماں روا کے سامنے آپؐ کی صداقت کی گواہی دی۔

(الف) ہرقل (ب) نجاشی (ج) خُسرَو پرویز (د) مقوقس

(iv) آپؐ نے کس غزوے میں صفوان نامی شخص سے زرہیں مستعار لیں؟

(الف) غزوہ احد میں (ب) غزوہ تبوک میں (ج) غزوہ حنین میں (د) غزوہ خندق میں

2۔ متضاد الفاظ آپس میں ملائیں۔

صادق	خائن
امانت	معائب
امین	جھوٹا
سچا	اتفاق
نیکی	خیانت
اختلاف	بدی
محاسن	کاذب

3۔ مختصر جواب لکھیں۔

i۔ صادق اور امین سے کیا مراد ہے؟

ii کون سا فرِشتہ خاص طور پر امانت داری کے حوالے سے مشہور ہے؟

iii ابوجہل نے کن الفاظ میں آپؐ کے سچا ہونے کا اعتراف کیا؟

iv صفوان نے زرہوں کی قیمت وصول کرنے سے کیوں انکار کر دیا؟

v صداقت سے متعلق حضورؐ کا کیا ارشاد ہے؟

4. (الف)

(i) کتاب میز پر رکھ دو۔

(ii) ابا جان شہر سے واپس آ گئے تھے۔

(iii) بچوں نے دریا کی سیر سے لطف اٹھایا۔

(ب)

(i) میں نے ''بانگِ درا'' خریدی۔

(ii) لاہور میں بہت سی تاریخی عمارتیں ہیں۔

(iii) راوی میں نچلے درجے کا سیلاب تھا۔

اوپر (الف) کے تحت دیے گئے تین جملوں میں نمایاں کیے گئے الفاظ کتاب، شہر اور دریا ایسے نام ہیں جو عام ہیں جب کہ (ب) کے تحت دیے گئے جملوں میں نمایاں کیے گئے الفاظ بانگِ درا، لاہور اور راوی خاص نام ہیں۔ عام ناموں کو اسمِ نکرہ اور خاص ناموں کو اسمِ معرفہ کہا جاتا ہے آپ اس سبق میں سے پانچ اسمِ نکرہ اور پانچ اسمِ معرفہ الگ کر کے لکھیں۔

برائے اساتذہ:

بچوں سے اس سبق کے واقعات کے علاوہ کوئی ایک واقعہ تحریر کرنے کے لیے کہیں جس سے حضور نبی کریم ﷺ کی دیانت و امانت ظاہر ہوتی ہو۔

بچوں کو سچ بولنے کی تلقین کریں اور انھیں کوئی ایسی کہانی سنائیں جس سے سچ کا بول بالا ظاہر ہو۔

سچ بولنے کا اِنعام

صدیوں پرانی بات ہے کسی دریا کے کِنارے ایک چھوٹا سا گاؤں آباد تھا۔ اس گاؤں میں گلزار نامی ایک لکڑہارا رہا کرتا تھا۔ یہ شخص بہت غریب لیکن محنتی، ایمان دار اور سچا انسان تھا۔ وہ کثیرُالاَولاد تھا۔ اس کی آمدنی کا واحد ذریعہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانا اور انھیں بازار میں فروخت کرنا تھا۔ اس کام میں محنت زیادہ لیکن آمدنی قلیل تھی۔ جس روز گلزار کو وافر مقدار میں سوکھی لکڑی مل جاتی اسے معمول سے چار پیسے زیادہ مل جاتے اور اس کے بال بچے پیٹ بھر کر کھانا کھالیتے۔ جس روز موسم کی خرابی یا بارِش وغیرہ کی وجہ سے اسے لکڑی دستیاب نہ ہوتی گھر میں فاقہ کشی کی نوبت آجاتی۔

گلزار بڑا صابر و شاکر انسان تھا۔ اس نے نہ تو کبھی اپنی غربت و افلاس کا ذکر کسی سے کیا اور نہ ہی کبھی اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں شکوہ کیا۔ وہ روکھی سوکھی کھا کر گزارہ کرتا اور ہر حال میں خدائے بُزرگ و برتر کا شکر ادا کرتا تھا۔ اس لیے پڑوسی اور جاننے والے لوگ اس کی ایمان داری اور سچائی کی وجہ سے اس کی بہت عزت کرتے تھے۔ بعض لوگ اسے غریب سمجھ کر مالی امداد کی پیش کش بھی کرتے لیکن وہ ہمیشہ شکریے کے ساتھ انکار کر دیتا اور کہتا کہ میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔

ایک روز گلزار حسبِ معمول دریا کے کنارے چلا جا رہا تھا کہ اُسے ایک سوکھا ہوا درخت نظر آیا۔ اس درخت کے پتے جھڑ چکے تھے۔ شاخیں خشک ہو چکی تھیں۔ بس ایک تنا باقی تھا۔ وہ بھی سوکھتا جا رہا تھا۔ گلزار وہیں رک گیا اور اس درخت کو کاٹنے کا ارادہ کیا۔ اس نے سوچا کہ اگر میں اس درخت کا تنا کاٹ دوں تو مجھے بہت سی لکڑی مل جائے گی اور ہاتھوں ہاتھ بِک جائے گی۔ چنانچہ گلزار نے بسم اللہ پڑھ کر کلھاڑا اٹھایا اور درخت کاٹنا شروع کر دیا۔ وہ ضرب پر ضرب لگاتا چلا

گیا لیکن درخت نہ کٹ سکا۔ آخر گلزار نے غصے میں آ کر زور سے کلھاڑا چلایا۔ قدرت خدا کی، ضرب نشانے پر نہ لگی اور کلھاڑا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دریا میں جا گرا۔ یہ دیکھ کر گلزار چکرا گیا۔ کلھاڑا تو دریا میں گر چکا تھا اور دریا بھی وہ جو خوب گہرا اور متلاطم تھا۔

گلزار مایوسی کے عالم میں دریا کے کنارے بیٹھ کر اپنی قسمت کو کوسنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب وہ کیا کرے۔ نیا کلھاڑا کہاں سے لائے؟ نیا کلھاڑا خریدنے کے لیے اس کے پاس رقم کہاں تھی؟ جب اس کی پریشانی زیادہ بڑھی تو اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ آسمان کی طرف منہ اٹھا کر اپنے اللہ سے فریاد کی، کہنے لگا ''اے مولا! میں کس مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں۔ تو میری مدد فرما''۔ بس اتنا کہنا تھا کہ سفید کپڑوں میں ملبوس نورانی شکل والا ایک انسان اس کے سامنے آ کھڑا ہوا اور گلزار کو مخاطب کر کے کہنے لگا ''اے اللہ کے بندے! تو کون ہے اور کیوں پریشان ہے؟ گلزار نے اسے اپنی پریشانی کا تمام حال کہہ سنایا اور رو رو کر کہنے لگا کہ اگر مجھے کلھاڑا نہیں ملے گا تو لکڑیاں کیسے کاٹوں گا۔ لکڑیاں نہیں کاٹوں گا تو بچوں کو روٹی کہاں سے کھلاؤں گا؟

اس اجنبی شخص نے گلزار سے ہمدردی کا اظہار کیا اور اسے تسلی دی کہ وہ ابھی دریا میں جائے گا اور وہاں سے اس کا کلھاڑا تلاش کر کے لے آئے گا۔ گلزار یہ سن کر پہلے تو حیران ہوا کہ یہ ناممکن کام بھلا کیسے ممکن ہوگا اور پھر خوش بھی ہوا کہ اگر اسے اس کا کلھاڑا مل گیا تو وہ ابھی لکڑیاں کاٹ کر بازار میں لے جائے گا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھر سکے گا۔

گلزار اپنے خیالات میں غرق تھا کہ وہ اجنبی شخص آنکھ جھپکنے میں ایک سونے کا کلھاڑا دریا سے نکال کر کہنے لگا کہ گلزار! یہ رہا تمہارا کلھاڑا۔ گلزار نے کلھاڑے کو دیکھتے ہی کہا، شکریہ۔ لیکن یہ کلھاڑا تو میرا نہیں۔ میرا کلھاڑا لوہے کا ہے۔ میں اس کے بدلے میں سونے کا کلھاڑا نہیں لے سکتا۔ یہ سن کر وہ اجنبی شخص ایک مرتبہ پھر دریا میں کود گیا اور اس مرتبہ وہ چاندی کا کلھاڑا نکال لایا۔ گلزار نے کہا جناب یہ کلھاڑا بھی میرا نہیں ہے۔ اس اجنبی شخص نے اسے سمجھایا کہ فی الحال یہی لے لو۔ اس سے کام چلاؤ۔ دریا کا پانی کم ہوگا تو تمہارا لوہے کا کلھاڑا بھی مل جائے گا لیکن گلزار نہ مانا اور کہنے لگا 'مجھے تو اپنا لوہے کا کلھاڑا ہی چاہیے۔ لا سکتے ہو تو لا دو'۔

اجنبی شخص ایک مرتبہ پھر نظروں سے غائب ہوا اور آن کی آن میں دریا سے لوہے کا کلھاڑا

نکال لایا۔ گلزار نے اپنا کلھاڑا دیکھا تو اس کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی وہ خوشی سے رقص کرنے لگا۔ اس نے اس اجنبی شخص کا شکریہ ادا کیا اور اس سے پوچھا کہ اے نیک دل انسان تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو اور یہ سب کیا ماجرا ہے کہ پہلے تم سونے کا کلھاڑا لائے، پھر چاندی کا اور اب لوہے کا۔

پہلے تو اس اجنبی نے ٹال مٹول سے کام لیا لیکن جب گلزار کا اصرار بڑھا تو وہ اس سے یوں گویا ہوا ''سنو گلزار! جب تم نے اِضطِراب اور پریشانی کے عالَم میں اپنے رب کو پکارا تو ربِّ کریم نے فوراً تمھاری مدد کا ارادہ کیا اور مجھے حکم دیا کہ میں فی الفور تمھارے پاس پہنچوں اور تمھاری مدد کروں۔ میں نے سونے اور چاندی کے کلھاڑے پیش کر کے تمھیں آزمایا کہ تم سچ بولتے ہو یا لالچ میں آ کر سونے اور چاندی کے کلھاڑوں کو اپنا کہہ کر قبول کر لیتے ہو۔ تم اس آزمائش میں کامیاب رہے اور اللہ تعالیٰ تمھاری صداقت اور راست بازی سے خوش ہو گیا۔ چنانچہ مجھے حکم ملا ہے کہ میں تمھارے سچ بولنے کے انعام کے طور پر سونے اور چاندی کے کلھاڑے بھی تمھیں دے دوں۔ اب یہ تینوں کلھاڑے تمھارے ہیں۔ تم جیسے چاہو انھیں اپنے استعمال میں لاؤ اور مزے اڑاؤ۔ یہ کہہ کر وہ فرشتہ جو انسان کے روپ میں آیا تھا، غائب ہو گیا اور گلزار ایک مرتبہ پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگا جس نے اسے وہ کچھ عطا فرما دیا تھا جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

مشق

1۔ مندرجہ ذیل جملوں میں سامنے لکھے ہوئے لفظوں سے مناسب لفظ لے کر خالی جگہ پُر کریں۔

(i) گلزار انھی خیالات میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تھا۔ (غرق ، مشغول)

(ii) اجنبی شخص آنکھ ۔۔۔۔۔۔۔۔ میں سونے کا کلھاڑا نکال لایا۔ (ملنے ، جھپکنے)

(iii) گلزار اسے دیکھ کر محوِ ۔۔۔۔۔۔۔۔ ہو گیا۔ (حیرت ، حسرت)

(iv) اجنبی شخص آن کی ۔۔۔۔۔۔۔۔ میں لوہے کا کلھاڑا نکال لایا۔ (بان ، آن)

(v) اس اجنبی شخص نے ۔۔۔۔۔۔۔۔ سے کام لیا۔ (ٹال مٹول، جھوٹ موٹ)۔

2۔ ''صابر'' اور ''شاکر'' اسم فاعل ہیں۔ مندرجہ ذیل اسما سے اسی طرز پر اسم فاعل بنائیں۔

عمل۔ علم۔ زہد۔ ذکر۔ فضل۔ جہل۔

3۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(i) انسان مصیبت میں کسے یاد کرتا ہے؟

(ii) نورانی صورت والا اجنبی شخص کون تھا؟

(iii) گلزار نے سونے اور چاندی کے کلھاڑے لینے سے کیوں انکار کیا؟

(iv) گلزار کو سونے اور چاندی کے کلھاڑے کیوں دیے گئے؟

(v) اگر آپ گلزار کی جگہ پر ہوتے تو کیا آپ بھی سونے اور چاندی کے کلھاڑے لینے سے انکار کرتے؟

(vi) گلزار نے سونے اور چاندی کے کلھاڑے کیوں قبول کر لیے؟

4۔ ناممکن میں 'نا' سابقہ ہے۔ اس سابقے سے پانچ اور لفظ بنائیں۔ جیسے نامناسب۔

5۔ ذرا بھی جھوٹ **بولنا** خدا کو ناپسند ہے

کمی کے ساتھ **تولنا** خدا کو ناپسند ہے

بیٹھ کر **کھانا** سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

اُوپر دیے گئے جملوں میں نمایاں کیے گئے الفاظ ''بولنا''، ''تولنا'' اور ''کھانا'' پر غور کریں۔ یہ ایسے الفاظ ہیں جو خود تو کسی لفظ سے نہیں نکلے البتہ ان سے کئی الفاظ بنائے جا سکتے ہیں۔ قواعد کی رُو سے ایسے الفاظ کو مصدر کہا جاتا ہے۔ مصدر کی عام پہچان یہ ہے کہ اس کے آخر میں ''نا'' کی علامت ہٹانے سے فعل امر بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ''بولنا'' سے ''بول''، ''تولنا'' سے ''تول''، ''کھانا'' سے ''کھا''۔

آپ مندرجہ لفظوں سے اسمِ مصدر الگ کریں۔

پڑھنا۔ کھیلنا۔ چُونا۔ جانا۔ دانا۔ لانا۔ نانا۔ ٹھکانا۔ لکھنا۔

برائے اساتذہ :

بچوں سے ایک کہانی لکھوائیں جس کا سبق ہو ''لالچ بُری بلا ہے''۔

بچوں کو اخلاقی کہانیوں کی کسی کتاب سے متعارف کرایا جائے اور پڑھنے کا شوق دلایا جائے۔

بچوں سے فرشتے اور گلزار کے درمیان ہونے والی گفتگو کو مکالمے کی شکل میں لکھوایا جائے۔

سائنسی ایجادات

مَثَل مشہور ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ آج تک دنیا میں جس قدر ایجادات ہوئیں ان سب کے پیچھے کسی نہ کسی ضرورت کا ہاتھ رہا ہے۔ ضروریات بڑھتی ہیں تو ذہین سائنس دان ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے نت نئی ایجادات کرتے ہیں۔ پچھلے زمانے میں ایجادات کی رفتار اس قدر تیز نہیں تھی۔ برسوں کے بعد کوئی ایک آدھ نئی چیز ظہُور میں آتی تھی لیکن موجودہ دَور میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے ساتھ ایجادات کی رفتار بھی بہت تیز ہوگئی ہے۔ سائنس دان ہماری ضروریات کو پورا کرنے اور ہمیں ہر طرح کا آرام پہنچانے کے لیے آئے دن ایسی ایسی چیزیں ایجاد کر رہے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

ٹیلی فون کو لیجیے۔ گراہم بیل نے کوئی ڈیڑھ صدی پہلے ایک ایسا ٹیلی فون ایجاد کیا تھا جو تھوڑے فاصلے تک بات کرنے کے کام آتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی آواز دُور دُور تک سنی جانے لگی اور ایک وقت آیا کہ لوگ دوسرے شہروں بلکہ دوسرے ملکوں کے لوگوں سے بھی اس کے ذریعے سے بات کرنے لگے۔ اب تو ٹیلی فون نے اس قدر ترقی کرلی ہے کہ اسے کسی تار کی ضرورت ہے اور نہ کسی دوسرے سہارے کی۔ یعنی موبائل ٹیلی فون سے جب چاہیں اور جہاں چاہیں، بات کرلیں۔ آپ سفر میں ہوں یا حضر میں ہر جگہ پر یہ آپ کے کارآمد ساتھی کی طرح آپ سے دوستی نبھائے گا۔

دوسری مثال کمپیوٹر کی ہے۔ جب یہ ایجاد ہوا تو پوری دنیا میں اس کی اہمیت کے بارے میں ہلچل مچ گئی لیکن کمپیوٹر کا سیٹ اتنا مہنگا تھا کہ یہ صرف بڑے بڑے اداروں، فیکٹریوں اور دفتروں ہی میں کام آسکتا تھا۔ یہ سائنس دانوں کا کمال ہے کہ آج یہی آلہ ہر گھر کی زینت ہے اور ہر میز پر پڑا نظر آتا ہے۔ کوئی دفتر ایسا نہیں جہاں یہ استعمال نہ ہو رہا ہو۔ کوئی بڑی درس گاہ ایسی نہیں جہاں اس

کی تجربہ گاہیں موجود نہ ہوں۔ یہ علمی، سائنسی اور معاشرتی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ یہ انسانی زندگی کا ایک لازمی حصہ بن چکا ہے۔ اس سے ڈاکٹر، انجینئر، سائنس دان، کاروباری حضرات، اساتذہ، طلبہ سبھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ شاید یہ ہماری زندگی میں سب سے زیادہ کام آنے والی چیز بن چکا ہے۔

تیسری مثال ٹیلی وژن کی لے لیں۔ جب تک یہ ایجاد نہ ہوا تھا لوگ صرف ریڈیو سے دل بہلاتے تھے۔ اس سے ہمارے کان تو محظوظ ہوتے تھے لیکن آنکھیں تشنہ رہ جاتی تھیں۔ ہمارے سائنس دانوں نے سوچا کہ اگر ہم دُور دُور تک آواز پہنچا سکتے ہیں تو تصویر کیوں نہیں پہنچا سکتے۔ چنانچہ سائنس دانوں کی کوشش سے ہم آواز اور تصویر دونوں سے لطف اندوز ہونے لگے۔ پہلے ٹیلی وژن کے پروگرام غیر رنگین ہوتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان میں رنگ بھر دیا گیا۔ پہلے اسے ایک چینل پر دیکھا جا سکتا تھا۔ اب اس کے پروگرام بیسیوں چینلوں پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ ٹی وی نے حال ہی میں اس قدر ترقی کر لی ہے کہ اس میں فاصلہ حائل ہے نہ وقت۔ ٹی وی کے تفریحی، تعلیمی، تحقیقی اور اَدبی پروگرام معلومات افزا بھی ہوتے ہیں اور مفید بھی۔ یہ طلبہ کے لیے نہایت کارآمد اور بزرگوں اور بچوں کے لیے بھی یکساں دلچسپ اور فائدہ مند ہیں۔

چوتھی مثال ذرائع آمد و رفت میں سُہولت اور ترقی کی ہے۔ تیز رفتار کاریں، آرام دہ بسیں اور ہوائی جہاز یہ سب سائنسی ایجادات ہی کے مظاہر ہیں۔ کبھی سٹیفن سن کا ایجاد کردہ بھاپ کا انجن ہمیں ایک شہر سے دوسرے شہر تک لے جانے میں کام آتا تھا۔ اب ایسے نئے نئے انجن آ گئے ہیں جو بھاپ کی بجائے تیل یا بجلی سے چلتے ہیں اور نہایت تیز رفتار ہیں۔

ہوائی جہاز کی طرح بحری جہاز میں بھی حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے۔ آج کے بحری جہاز میں محل اور ہوٹل جیسی سہولتیں میسّر ہیں۔ ایامِ جنگ میں بھی بحری جہاز ایک زبردست کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ہوائی جہازوں کو دوڑنے کے لیے رن وے کا کام دیتے ہیں۔ لڑاکا بحری جہازوں کے مقابلے کے لیے سائنس دانوں نے آبدوز میں بحری جہازوں کو ڈبونے کی صلاحیت رکھی ہے۔

جن سائنسی ایجادات نے آج کل دنیا میں ہَلچَل مچا رکھی ہے ان میں خلائی سیارے اور راکٹ سب سے اہم ہیں۔ سائنس دان اب تک کئی ایک سیارے کامیابی سے خلا میں چھوڑ چکے ہیں۔

یہ سیارے موسم سے مُتَعلِّق معلومات، دشمن ملک سے متعلق معلومات اور مواصلات سے متعلق اُمُور میں ہماری مدد کر رہے ہیں۔

سائنسی ایجادات نے زِراعت اور صنعت کی دنیا میں بھی حیرت انگیز اِنقلاب برپا کیا ہے۔ کاشت کاروں نے جب سے سائنس دانوں کی تیار کردہ کھاد اور مشینری کا استعمال شروع کیا ہے ان کی تقدیر بدل گئی ہے۔ فیکٹریاں اور کارخانے بھی اگلے زمانے والے نہیں رہے۔ سائنسی ایجادات کی بدولت ان میں بھی انقلاب آ گیا ہے۔ خودکار اور زیادہ طاقت کی مشینیں اور تیز رفتار کَل پُرزے ایجاد ہو چکے ہیں۔ سائنس دانوں نے ہماری زندگی کو آرام دہ بنانے کے لیے کیا کچھ نہیں کیا۔ پہلے پنکھے ہوتے تھے۔ اب کہیں کہیں گھروں میں اے۔ سی۔ چل رہے ہیں۔ خاتونِ خانہ اب مشین سے آٹا گوندھ سکتی ہے۔ غذائی اشیا کو باسی ہونے سے بچانے کے لیے فریج دستیاب ہے۔

سائنس دانوں کی ایجادات میں آلاتِ جراحی اور طبی سہولیات کا ذکر کیے بغیر بات نامکمل رہے گی۔ اگر آلات دریافت نہ ہوتے تو ڈاکٹروں کے لیے مریض اور اس کے مرض کی تشخیص میں بڑی دِقت ہوتی۔ مُشکِل سے مُشکِل اپریشن میں کامیابی جدید آلاتِ جرّاحی ہی کی وجہ سے ہے۔

طب کی طرح انجینئرنگ کی دنیا میں بھی سائنسی ایجادوں سے بڑا انقلاب برپا ہوا ہے۔ تعمیر کے پرانے طریقے فرسودہ ہو چکے ہیں۔ مزدوروں کی جگہ خودکار مشینوں نے لے لی ہے۔ مہینوں کا کام دنوں میں ہوتا ہے اور دنوں کا گھنٹوں میں۔ کئی کئی منزلہ فلک بوس عمارات کا بننا جدید آلات اور مشینری کے بغیر ممکن نہ تھا۔

سائنس دان نت نئے میزائل ایجاد کر رہے ہیں، تباہ کُن بم بنا رہے ہیں۔ توپوں، ٹینکوں اور خودکار اسلحے کے کارخانے قائم ہیں۔ ان تباہ کن سائنسی ایجادات کی تیاری دفاعی مقاصد کے لیے ہو تو ٹھیک ہے لیکن اگر اس کا مقصد کسی ملک کے خلاف حملہ ہو تو افسوس ناک ہے۔ بہر حال یہ بھی سائنسی ایجادات کا ایک پہلو ہے جس سے ہمیں آگاہی ہونی چاہیے۔

مشق

1۔ مندرجہ ذیل تراکیب کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کے معنی واضح ہو جائیں۔
نت نئی ۔ آئے دن ۔ رفتہ رفتہ ۔ فلک بوس ۔ سفر اور حضر ۔ لطف اندوز۔

2۔ مندرجہ ذیل کی وضاحت کریں۔
خود کار مشینیں ۔ اجرامِ فلکی ۔ حیرت انگیز ۔ فراموش کرنا ۔ ہلچل مچانا ۔ دندنانا ۔ انقلاب برپا کرنا۔

3۔ جن سائنسی ایجادات نے دنیا میں ہلچل مچادی ہے ۔ ان کے نام اور فوائد لکھیں۔

4۔ ''سائنسی ترقی ایک نعمت ہے'' بیس سطروں پر مشتمل مضمون لکھیں۔

5۔ (الف) ڈھونڈنے والا پاتا ہے۔
مسافر چلتے چلتے تھک گیا۔
مجھے گلی میں کسی کی آہٹ سنائی دی۔
عزیر کی لکھائی خوب صورت ہے۔

اُوپر دیے گئے جملوں میں نمایاں کیے گئے الفاظ پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ علی الترتیب ''ڈھونڈنا'' ''چلنا''، ''آنا'' اور ''لکھنا'' سے بنے ہیں ۔ آپ جانتے ہیں ''ڈھونڈنا''، ''چلنا''، ''آنا'' اور ''لکھنا'' اسمِ مصدر ہیں ۔ قواعد کی رُو سے ایسا لفظ جو اسمِ مصدر سے بنایا جائے ، اسمِ مشتق کہلاتا ہے ۔ آپ اس سبق سے اسمِ مشتق کی پانچ مثالیں تلاش کریں۔

(ب) کھڑکی کھول دو
پہاڑ بہت بلند ہے

اوپر دیے گئے جملوں میں نمایاں کیے گئے اسموں پر غور کریں ۔ یہ ایسے اسم ہیں جو نہ تو خود کسی اسم سے بنے ہیں اور نہ ان سے کوئی دوسرا اسم بن سکتا ہے ۔ قواعد کی رو سے ایسے اسموں کو اسمِ جامد کہا جاتا ہے ۔ آپ اس سبق سے اسمِ جامد کی پانچ مثالیں تلاش کر کے اپنی کاپی میں لکھیں۔

برائے اساتذہ :
سائنسی کمالات نے انڈسٹری میں جو کمال دکھایا ہے ، طلبہ کو اس پر پیراگراف لکھوائیں۔
سائنسی ایجادات نے انسان کے ذرائع نقل وحمل میں جو سہولتیں مہیا کی ہیں ، ان پر بچوں سے ایک مضمون لکھوائیں۔

سماجی بہبود

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّ و بیاں

خوش گوار معاشرتی زندگی کے لیے محبت و اُخوّت کا جذبہ ضروری ہے۔ ایسا معاشرہ جس میں ہر شخص دوسرے کا خیر خواہ ہو، اُس زنجیر کی مانند ہوتا ہے جس کی کڑیاں باہم مربوط ہوتی ہیں۔ ایسے معاشرے میں حُقوق و فرائض کا خیال رکھا جاتا ہے اور قوم کی مجموعی ترقی مدِ نظر رہتی ہے۔

حقوق سے مراد وہ سہولتیں اور آسائشیں ہیں جن کا حاصل ہونا ہر انسان کا حق ہے۔ فرائض سے مراد وہ کام ہیں جن کا کرنا کسی شخص کا فرض ہے اور جن کے نہ کرنے سے وہ قصوروار ٹھہرتا ہے۔ لوگوں میں حُقوقُ العِباد کا شعور بیدار کرنے اور انھیں فعّال شہری بنانے کے لیے کی جانے والی کوششوں میں سماجی بھلائی کے سرکاری اداروں کے ساتھ ساتھ غیر سرکاری تنظیمیں بھی پیش پیش رہتی ہیں۔

ہمارے ملک میں محکمہ سماجی بہبود فلاحی اداروں کے قیام، معذوروں کی بحالی اور تعلیم و تربیت، ناگہانی آفات میں ہنگامی امداد اور رضا کار فلاحی تنظیموں کی رجسٹریشن اور امداد ایسی ذِمّہ داریاں نبھا رہا ہے۔ سرکاری سرپرستی اور کنٹرول میں سماجی بھلائی کی خدمات انجام دینے والے اداروں میں دارُالاَمان، نگہبان، چلڈرن ہوم، چمن، نشیمن اور گہوارہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

دارُالاَمان خاندانی مسائل میں گرفتار خواتین کی بحالی کے مراکز ہیں۔ نگہبان اِغوا شدہ بچوں کی بازیابی کے مراکز ہیں۔ چلڈرن ہوم مثالی یتیم خانے جبکہ چمن ایسے بچوں کی تعلیم و تربیت کے مراکز ہیں، جن میں سمجھ بوجھ کم ہوتی ہے۔ نشیمن میں معذوروں کی بحالی اور گہوارہ میں لاوارث بچوں

کے لیے سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔

حکومت کے لیے ہر جگہ سماجی بھلائی کے ایسے ادارے کھولنا اور انھیں چلانا بہت مشکل ہے۔ اس لیے وہ ایسے افراد اور اداروں کی رہنمائی کرتی ہے جو مختلف علاقوں میں لوگوں کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ افراد اور ادارے تعلیم ،صحت، خواتین کی بہبود اور دیگر شعبوں میں سماجی بھلائی کے کاموں میں حکومت کی مدد کر رہے ہیں۔ سماجی بھلائی کے کاموں میں مصروف افراد کو سماجی کارکن کہا جاتا ہے۔

لفظ انسان اُنس یعنی محبت سے بنا ہے اور **اللہ** تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں محبت و ہمدردی کا جذبہ رکھا ہے۔ بعض لوگوں کے دل میں یہ جذبہ دوسروں سے زیادہ ہوتا ہے اور وہ زندگی میں قدم قدم پر اس کا بھرپور اظہار کرتے ہیں۔ ایسی ہستیاں فرد، خاندان یا ادارے کے رُوپ میں سماجی خدمات انجام دیتی ہیں۔ ہمارے ملک میں عبدالستار ایدھی ٹرسٹ اور انصار برنی ٹرسٹ اس سلسلے میں مثال بن چکے ہیں۔

حکومت نے خواتین، بزرگوں، بچوں اور معذوروں کی فلاح و بہبود کے لیے سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کے تعاون سے کئی اور پروگرام بھی شروع کر رکھے ہیں جن میں انھیں پیشہ ورانہ تربیت دے کر معاشرے کا کارآمد فرد بنایا جاتا ہے۔ ناخواندہ افراد کو پڑھانے میں حکومت کی مدد کی جاتی ہے۔ ضرورت مند افراد کو مفت قانونی امداد فراہم کی جاتی ہے۔ خواتین کے لیے دیہی اور پس ماندہ علاقوں میں ڈِسپنسریاں، زچہّ بچہ مراکز، بہبودِ آبادی مراکز اور ٹی بی کلینک قائم کیے جاتے ہیں۔

جب حکومت اور غیر سرکاری ادارے لوگوں کے مسائل کم کرنے کے لیے اتنا کچھ کر رہے ہیں تو ہمیں بھی چاہیے کہ ذمہ دار شہری ہونے کا ثبوت دیں، سماجی بہبود کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں کیوں کہ اپنے لیے تو جانور اور پرندے بھی جیتے ہیں۔ اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے ہمارا فرض ہے کہ ہم دوسروں کے زیادہ سے زیادہ کام آئیں۔ کسی نے سچ کہا ہے:

اپنے لیے تو سب ہی جیتے ہیں اس جہاں میں
ہے زندگی کا مقصد اوروں کے کام آنا

ہمارا مذہب بھی یہی درس دیتا ہے کہ 'خَیرُ النَّاسِ مَنْ یَّنفَعُ النَّاس ' (لوگوں میں سب سے اچھا وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے) لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہر ضرورت مند کی رنگ، نسل، مذہب اور علاقے کی تفریق کے بغیر صرف اور صرف خوشنودیٔ الٰہی اور سکونِ قلب کے لیے مدد کریں۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

مشق

1۔ کالم الف میں فلاحی اداروں کے نام جب کہ کالم ب میں ان کے کاموں کو بے ترتیب انداز میں لکھا گیا ہے۔ آپ فلاحی ادارے اور اُس کے کاموں کو تیر کی مدد سے آپس میں ملائیں۔

کالم الف	کالم ب
نگہبان	معذوروں کی بحالی کے مراکز
چلڈرن ہوم	لاوارث نونہالوں کی بحالی کا مرکز
نشیمن	مثالی یتیم خانے
گہوارہ	سُست فہم بچوں کی بحالی کا مرکز
چمن	اغواشدہ بچوں کی بازیابی کے مراکز

2۔ آپ اپنے علاقے میں موجود کسی فلاحی ادارے کا نام لکھیں اور اس کی خدمات پر روشنی ڈالیں مثلاً ہلال احمر۔

3۔ ناگہانی آفات سے کیا مراد ہے؟ آپ اِن آفات میں کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟ مثلاً سیلاب، زلزلہ، یا وبا کی صورت میں اپنے شہر کے لوگوں کی کس طرح مدد کریں گے؟

4۔ ملازم نے کمرے میں جھاڑو دی۔

ملازم کمرے میں جھاڑو دیتا ہے۔

ملازم کمرے میں جھاڑو دے گا۔

پہلے جملے سے ظاہر ہے ملازم نے فعل (جھاڑو دینے کا کام) گزرے ہوئے زمانے (ماضی) میں کیا۔ دوسرے جملے میں ملازم یہی فعل موجودہ زمانے (حال) میں کر رہا ہے جب کہ تیسرے جملے میں وہ یہ فعل آنے والے زمانے (مستقبل) میں کرے گا۔ گزرے ہوئے زمانے میں ہونے والا کام فعل ماضی، موجودہ زمانے میں ہو رہا کام فعل حال اور آنے والے زمانے میں ہونے والے کام کو فعل مستقبل کہتے ہیں۔

آپ مندرجہ ذیل جملوں کو دی گئی ہدایات کے مطابق تبدیل کریں۔

(i) ممتاز تلاوت کرتی ہے۔ (فعل ماضی اور فعل مستقبل میں تبدیل کریں)

(ii) رمشا نے محنت کی۔ (فعل حال اور فعل مستقبل میں تبدیل کریں)

(iii) خدا مدد کرے گا۔ (فعل حال اور فعل ماضی میں تبدیل کریں)

برائے اساتذہ:

بچوں پر حقوق اللہ اور حقوق العباد کا فرق واضح کریں اور اس موضوع پر مذاکرہ کرائیں۔

ہلال احمر کی خدمات پر روشنی ڈالیں۔

ماں باپ کا ادب

اِک دن نبیؐ نے حلقۂ احباب میں یہ لفظ

دُہرائے تین بار کہ ''ناک اُس کی کٹ گئی''

اصحاب نے کہا کہ یہ کم بخت کون ہے

توقیر جس کی حضرتِ باری میں گھٹ گئی

اِرشاد یوں ہُوا کہ وہ فرزندِ ناخلف

گھر جس کے جنّت آئی اور آ کر پلٹ گئی

ماں باپ کا جسے نہ بڑھاپے میں ہو خیال

اُس ناسعید بیٹے کی قسمت اُلٹ گئی

(مولانا ظفر علی خاں)

مشق

1۔ صحیح جواب پر '' ✔ '' کا نشان لگائیں۔

i۔ ''ناک اُس کی کٹ گئی'' سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ الفاظ کتنی بار دہرائے۔

(ا)۔ دو بار (ب)۔ تین بار ۔ چار بار

ii۔ سرورِ کائنات نے مندرجہ بالا الفاظ دہرائے۔

(ا)۔ اپنے اصحابؓ کے حلقے میں (ب)۔ ایک غزوے کے دوران میں (ج)۔ مسجد نبوی میں

iii۔ کس ناخلف کو جنت نہیں ملے گی؟

(ا)۔ جو حقوق اللہ ادا نہیں کرتا۔ (ب)۔ جو اپنی مرضی سے شرع پر عمل کرتا ہے۔

(ج)۔ جو ماں باپ کا نافرمان ہے۔

iv۔ نظم ''ماں باپ کا ادب'' کس نے لکھی ہے؟

(ا)۔ مولانا الطاف حسین حالی نے (ب)۔ مولانا ظفر علی خاں نے (ج)۔ مولانا شبلی نعمانی نے

2۔ اللہ اور اُس کے رسول کے بعد کون لوگ سب سے قابلِ احترام ہیں؟

3۔ اس نظم میں ''ناسعید بیٹا'' کسے کہا گیا ہے؟

4۔ اس نظم میں بیان کیے گئے واقعے کو اپنے لفظوں میں لکھیں۔

5۔ اس نظم کا مرکزی خیال بیان کریں۔

6۔ بچہ بھاگا۔

فاطمہ نے خط لکھا۔

اس پہلے جملے میں فعل ''بھاگا'' کے لیے صرف (بچہ) کی ضرورت ہے۔ دوسرے جملے میں فعل ''لکھا'' صرف فاعل (فاطمہ) لگانے سے مکمل نہیں ہوتا۔ اس کے لیے مفعول (خط) کی بھی ضرورت ہے۔

پہلی قسم کے فعل کو فعلِ لازم اور دوسری قسم کے فعل کو فعلِ متعدی کہتے ہیں۔ آپ فعلِ لازم اور فعلِ متعدی کی تین تین مثالیں لکھیں۔

برائے اساتذہ:

کوئی سی حدیث لکھوائیں جس سے ثابت ہو کہ ماں کا ادب ہمیں جنت کا حق دار بناتا ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ شروع کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں سے سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائیں۔ اِن کے بعد ایمان لانے والی خواتین میں حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب نمایاں ترین ہیں۔ آپؓ حضرت ابوطالب، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبداللہ کی حقیقی بہن اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپی تھیں۔ حضرت صفیہؓ علم و ہنر، تقویٰ اور عظمتِ کِردار کے حوالے سے پورے عَرَب میں قدر و منزلت کی نگاہ سے پہچانی جاتی تھیں۔

حضرت صفیہؓ کے جلیل القدر بیٹے حضرت زبیرؓ بن العوام اُن خوش نصیبوں میں شامل تھے جنھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی زندگی ہی میں جنت کی بَشارت دی تھی۔ ایمان لانے کے بعد کفارِ مکہ نے حضرت صفیہؓ پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تھا۔ مشکلات و مَصائب جھیلتے جھیلتے ہجرت کا موقع مِلا تو آپؓ حضرت زبیرؓ کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔

کفار کو کسی پل چین نہ پڑتا تھا۔ اُنھیں بدْر میں شکست اُٹھانا پڑی تو اُحد کے مقام پر پھر مسلمانوں کے مُقابل ہوئے۔ مسلمانوں نے کفار کو مار بھگایا تو ٹیلے پر مُتعَیَّن تیرانداز دشمن کا مال اکٹھا کرنے لگے۔ دُشمن تو دُشمن ہوتا ہے موقع پا کر پلٹا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔

حضرت صفیہؓ بھی اس غزْوے میں شریک تھیں۔ اُنھوں نے دُشمنوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھتے دیکھا تو نیزے سے مشرکوں کو روکنے لگیں۔ مسلمانوں کو پکار پکار کر اُن کا حوصلہ بڑھانے لگیں۔ صحابہؓ حضرت صفیہؓ کی دلیری کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد جمع

ہونے لگے۔

اِس غزوے میں حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے تھے۔ دُشمنوں نے آپؓ کی لاش مُبارک کی بے حُرمتی کی۔ حُضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیرؓ بن العوام کو حکم دیا کہ اپنی والدہ کو حضرت حمزہؓ کی لاش مُبارک دیکھنے سے روک دو۔ اُنھوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت صفیہؓ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے لاش کو خراب کر دیا گیا ہے، یہ دیکھی نہیں جا سکتی لیکن میں لاش دیکھوں گی تو ضبط سے کام لوں گی اور صبر کروں گی۔

حُضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اجازت ملنے پر آپؓ نے حضرت حمزہؓ کی لاش مبارک دیکھی۔ اتنا صبر کیا کہ زبان سے ماتم و فریاد کا ایک لفظ بھی نہ نکلا اور کہا کہ

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

جنگ خندق میں عرب کے تمام کافر قبائل مسلمانوں کے مُقابلے میں سامنے آ گئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین اور بچوں کو شہر کے ایک مضبوط قلعے میں مُنتقِل کر دیا۔ حضرت صفیہؓ بھی وہیں تھیں۔ یہودی درپردہ کفّار کی مدد کرتے تھے۔ اُنھوں نے اِس موقعے سے فائدہ اٹھانا چاہا اور ایک یہودی کو قلعے کی خبر لانے کے لیے بھیجا۔ حضرت صفیہؓ نے اُسے دیکھا تو اُس پر حملہ کر کے سر کاٹ دیا۔ اس کا اتنا اثر ہوا کہ پھر یہودیوں نے قلعے کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

آپؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جاں نثاری کی عمر بھر تلقین کرتی رہیں۔ اسلام کی اِس بہادر مجاہدہ نے تہتر سال کی عمر میں وفات پائی اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنّتُ البقیع میں دفن ہوئیں۔

مشق

1۔ مندرجہ ذیل جملوں کے سامنے دیے گئے الفاظ میں سے مناسب لفظ چن کر خانہ پُری کیجیے۔

i۔ حضرت صفیہؓ کے والد کا نام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تھا۔ (عبداللہ ۔ عبدالمطلب ۔ حمزہ)

ii۔ حضرت صفیہؓ نے غزوہ ۔۔۔۔۔۔۔ میں کفار کا مقابلہ کیا۔ (بدر ۔ اُحد ۔ خیبر)

iii۔ زبیر بن العوام حضرت صفیہؓ کے ۔۔۔۔۔۔۔ تھے۔ (بیٹے ۔ بھائی ۔ بھتیجے)

iv۔ حضرت صفیہؓ نے غزوۂ ۔۔۔۔ میں ایک یہودی کو مار ڈالا۔ (خندق ۔ اُحد ۔ تبوک)

2۔ اس سبق میں مصنف نے اپنے مضمون میں لفظوں کی تکرار سے کام لیا ہے مثلاً جھیلتے جھیلتے، پکار پکار کر، آپ مندرجہ ذیل الفاظ سے جملے بنائیں۔

رو رو کر۔ ہنس ہنس کر۔ چل چل کر۔ دوڑ دوڑ کر۔ سوچ سوچ کر۔

3۔ مندرجہ ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

عرصۂ حیات تنگ کرنا۔ چین نہ پڑنا۔ حوصلہ بڑھانا۔ ضبط سے کام لینا۔

4۔ مندرجہ ذیل الفاظ پر اعراب لگا کر ان کا تلفظ واضح کریں۔

عرب۔ قلعہ۔ قدر۔ علم۔ کردار۔

5۔ مندرجہ ذیل الفاظ کی جمع بنائیں۔ مثلاً مصیبت سے مصائب۔

عجب۔ عرضی۔ فائدہ۔ قاعدہ۔

6۔ یہ گھر برائے فروخت ہے۔

اِس میز کی ٹانگ ٹوٹ چکی ہے۔

وہ عمارت ہسپتال کی ہے۔

اُس لڑکے کے ابو فوت ہو چکے ہیں۔

اوپر دیے گئے جملوں میں نمایاں کیے گئے الفاظ کو اسمِ اشارہ کہتے ہیں۔ ''یہ'' اور ''اِس'' قریب کی چیزوں کی طرف اشارہ کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں جب کہ ''وہ'' اور ''اُس'' دُور کی چیزوں کی طرف اشارہ کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اس سبق سے اسمِ اشارہ قریب اور اسمِ اشارہ بعید کی مثالیں تلاش کریں۔

برائے اساتذہ:

حضرت صفیہؓ کی عظمت پر ایک مضمون لکھوائیں جس میں ان کے کردار، بہادری، ثابت قدمی اور بلند حوصلگی پر روشنی ڈالی جائے۔

چند اور صحابیات کا تعارف کروائیں جو تاریخ میں اپنے کردار کی عظمت کی وجہ سے مشہور رہیں۔ مثلاً حضرت خدیجہؓ، حضرت خولہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت زینبؓ۔

نظم وضبط

ندا اپنے کمرے میں بیٹھی مُطالعہ کر رہی تھی۔ اچانک اس کی نظر دیوار پر پڑی۔ اسے بے شمار چیونٹیاں دیوار کے راستے چھت کی طرف جاتی دکھائی دیں۔ اسے چیونٹیوں کی حرکت میں دلچسپی محسوس ہونے لگی۔ اس نے اپنی کتاب بند کی اور دیوار کے قریب آ کر کھڑی ہوگئی۔ اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ چیونٹی جیسا حقیر و ناتواں جان دار نظم وضبط کا کس قدر پابند ہے، کیا مجال کہ کوئی چیونٹی قِطار سے باہر ہو۔

اتنے میں اس کے ابو کمرے میں داخل ہوئے۔ وہ اتنے اِنہماک سے چیونٹ مُشاہدہ کر رہی تھی کہ اس کو ابو کی آمد کی خبر ہی نہ ہوئی۔ آخر انھوں نے ندا کو آواز دی۔ ندا چونک پڑی۔ انھوں نے پوچھا ''ندا بیٹی! کیا سوچ رہی ہو؟'' ندا بولی: ابا جان! میں چیونٹیوں کو قطار بندی کے اصول پر عمل کرتے دیکھ کر حیران ہو رہی ہوں۔

ابا جان کہنے لگے ''بھئی حیران ہونے کی بات یہ ہے کہ چیونٹی جیسا جان دار تو نظم وضبط پر عمل پیرا ہو جب کہ انسان اشرف المخلوقات ہو کر بدنظمی کا مظاہرہ کرتا پھرے''۔

اس دوران میں ندا کا چھوٹا بھائی عُزیر کمرے میں داخل ہوا اور ابا جان کو دیکھتے ہی کہنے لگا ''ابا جان! آپ یہاں ہیں، میں آپ کو ڈھونڈ رہا تھا''۔

ابا جان نے پوچھا عُزیر کیوں بھئی! خیریت تو ہے؟

عُزیر بولا ''آج ہمیں اُردو کے استاد صاحب نے نظم وضبط کے موضوع پر گھر سے مضمون لکھ کر لانے کو کہا ہے۔ مجھے اس سلسلے میں آپ کی مدد کی ضرورت تھی''۔

ابا جان کہنے لگے ''حُسنِ اتفاق دیکھو کہ تمھارے آنے سے پہلے میں اور ندا اسی موضوع پر بات کر رہے تھے''۔

عُزیر نے کہا ''یہ تو اور بھی اچھا ہوا کہ آپ پہلے ہی سے اس موضوع پر بات کر رہے ہیں۔ آپ مجھے نظم وضبط کے معنی بتا دیجیے''۔

ابا جان نے کہا ''نظم کے معنی ہیں لڑی میں پرونا، ترتیب دینا، جب کہ ضبط کے معنی ہیں روکنا۔ ذاتی اغراض و مقاصد کو پسِ پشت ڈال کر اُصولوں کی پابندی کرنے کا نام نظم وضبط ہے۔ اس بات کو ہم یوں بھی کہ سکتے ہیں کہ اپنی طاقتوں اور صلاحیتوں کو کسی اعلیٰ مقصد کی خاطر مُنظّم اور مُتّحِد کرنے کا نام نظم وضبط ہے''۔

ابا جان کی یہ بات سُن کر ندا کو پچھلے ہفتے کا واقعہ یاد آیا۔ وہ بس سٹاپ پر کھڑی بس کا انتظار کر رہی تھی۔ سٹاپ پر مسافروں کا بہت ہجوم تھا۔ بس آئی تو ہر کوئی بس کی طرف دوڑا۔ ہر کوئی یہی چاہتا تھا کہ وہ پہلے سوار ہو۔ اس جلد بازی میں ضعیف اور عمر رسیدہ مسافروں کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا۔ بس پر پہلے سوار ہونے کے مسئلے پر کچھ نوجوان آپس میں اُلجھ پڑے اور گتھم گتھا ہو گئے۔ ایک دو کو چوٹیں بھی آئیں۔ ایک سواری کا لِباس کئی جگہ سے پھٹ گیا۔ ابا جان نے یہ واقعہ سنا تو بولے ''بھئی یہ صورتِ حال تو بہت افسوس ناک ہے۔ اگر بس سٹاپ پر سواریاں قطار بنالیں تو اس سے کتنے فائدے ہوں گے۔ قطار بنانے سے جہاں ہماری اپنی ذات کو آرام ملتا ہے، وہاں دوسروں کو بھی آسانی رہتی ہے۔ ہم دھکم پیل سے بچ جاتے ہیں۔ کسی کمزور کی حق تلفی بھی نہیں ہوتی۔ نظم وضبط سے زندگی میں حُسن پیدا ہوتا ہے''۔

ندا اپنے ابو کی باتیں بڑے غور سے سن رہی تھی، وہ بولی ''ہماری استانی صاحبہ بھی ہمیں نظم وضبط کی تلقین کرتی رہتی ہیں۔ وہ ہمیں اکثر بتاتی ہیں کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ نظم وضبط کا پابند ہے۔ مثال کے طور پر سورج ہی کو لیجیے۔ یہ روزانہ وقتِ مقررہ پر طلوع اور غروب ہوتا ہے۔ اسی طرح موسموں کے تغیّر و تبدّل پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بھی ایک نظم اور ترتیب پائی جاتی ہے''۔ اپنی بیٹی کی زبانی یہ گفتگو سن کر ندا کے ابو کو خوشی ہوئی۔ انھوں نے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا ''ہمارا مذہب بھی ہمیں نظم وضبط سکھاتا ہے۔ نماز ہر عاقل اور بالغ مسلمان مرد اور عورت پر دن میں پانچ بار مقررہ اوقات میں فرض ہے۔ امام صاحب کے پیچھے تمام نمازیوں کا ایک ساتھ قیام اور رکوع و سجود بھی نظم وضبط کی عملی تعلیم دیتا ہے''۔

عُزیز نے کہا ''ہمارے استادِ محترم نے ہمیں یہ شعر بھی لکھوایا ہے''۔

؎ دہر میں عیشِ دوام آئین کی پابندی سے ہے
موج کو آزادیاں سامانِ شیوَن ہو گئیں

ابا جان نے عُزیز کو یہ شعر پڑھنے پر شاباش دی۔

ندا نے کہا ''ابا جان! ذرا اس شعر کا مفہوم بھی بتا دیجیے''۔

ابا جان نے کہا ''یہ شعر ہمارے قومی شاعر علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ انھوں نے ہمیں اس شعر کے ذریعے سے نظم و ضبط کی تعلیم دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں مُستقِل آرام و سکون خود کو کسی آئین، قاعدے، قانون اور ضابطے کے پابند کر لینے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کی مثال انھوں نے یوں دی ہے کہ دریاؤں اور سمندروں کی لہروں نے چونکہ کسی قاعدے اور قانون کی پابندی اختیار نہیں کی، اس لیے یہ آزادی اُن کے لیے رونے دھونے کا سبب بن گئی ہے''۔

عُزیز نے کہا ''ابا جان! اس کا مطلب ہے کہ نظم و ضبط تو بڑے کام کی چیز ہے''۔

ابا جان نے کہا ''ہاں! کوئی شخص اُس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک اس کی زندگی میں نظم و ضبط نہ ہو۔ اسی طرح جن قوموں میں نظم و ضبط نہ ہو وہ بھی کوئی بڑا کارنامہ انجام نہیں دے سکتیں۔ ہمیں بانیٔ پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ کا یہ سنہری فرمان ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔''

ایمان، اتحاد اور نظم و ضبط

ندا نے ابا جان کی یہ باتیں سنیں تو کہنے لگی ''واقعی ابا جان! پڑھائی میں بھی ہمیشہ وہ طالب علم دوسروں پر سبقت لے جاتے ہیں جن کی زندگیوں میں باقاعدگی اور نظم و ضبط ہو''۔

عُزَیز نے کہا ''کھیل کے میدان میں بھی اس ٹیم کا پلڑا بھاری رہتا ہے جو نظم و ضبط کا مُظاہَرہ کرے۔ اس کے برعکس جس ٹیم میں اِتحاد کی کمی ہو اور جو بدنظمی کا شکار ہو، کبھی فتح سے ہم کنار نہیں ہوسکتی''۔

ابا جان نے کہا ''نظم و ضبط کی پابندی مہذّب لوگوں کا شیوہ ہے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں ہماری پہچان ایک باوقار اور مہذّب قوم کی حیثیت سے ہو تو ہمیں ہمیشہ اُصولوں کی پاسداری کرنی چاہیے''۔

ابا جان نے ندا اور عُزیز سے وعدہ لیا کہ وہ ہمیشہ قواعد و ضوابط کا لحاظ رکھیں گے اور کبھی قانون نہیں توڑیں گے، کبھی نظم و ضبط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑیں گے۔ قوانین کا احترام کر کے دنیا پر ثابت کر دیں گے کہ:

ہم زندہ قوم ہیں، پائندہ قوم ہیں

مشق

1۔ ''کالم الف'' کے الفاظ کا تعلق ''کالم ب'' میں دی گئی قواعد کی اصطلاحات سے ہے۔ جوڑ ملائیں جیسے 'ڈھونڈنا' کو 'اسم مصدر' سے ملایا گیا ہے۔

کالم الف	کالم ب
ڈھونڈنا	اسم مشق
علامہ اقبالؒ	اسم اشارہ
کھیل	اسم مصدر
میدان	اسم ضمیر
ہمیں	اسم معرفہ
	اسم جامد

2۔ خالی جگہ پُر کریں۔

i۔ نظم وضبط سے زندگی میں --------- پیدا ہوتا ہے۔

ii۔ نماز ---- اوقات میں فرض ہے۔

iii۔ قانون کی پابندی کرنے میں ہمارا اپنا ہی --------- ہے۔

iv۔ بدنظمی کے شکار کبھی ----- میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

v۔ نظم وضبط کی پابندی مہذب لوگوں کا ---- ہے۔

3۔ مختصر جوابات لکھیں۔

i۔ ندا کس بات پر حیران ہو رہی تھی؟

ii۔ چیونٹی کی زندگی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

iii۔ نظم وضبط کا کیا مطلب ہے؟

iv۔ قطار بنانے سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟

v۔ عُزیر ابا جان کو کیوں ڈھونڈ رہا تھا؟

4۔ اعراب لگا کر تلفظ واضح کریں۔

نظم ۔ مطالعہ ۔ کتاب ۔ انہماک ۔ مشاہدہ ۔ قطار ۔ اتفاق ۔ اصول ۔ متحد ۔ انتظار ۔ ہجوم ۔ تغیر ۔

5۔ (i) جانور میں 'ور' لاحقہ ہے، اس لاحقے کی مدد سے مزید پانچ الفاظ بنائیں۔

(ii) افسوس ناک میں 'ناک' لاحقہ ہے، اس لاحقے کی مدد سے مزید پانچ الفاظ بنائیں۔

6۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے متضاد لکھیں۔

قریب۔ آرام۔ طلوع۔ آزادی۔ کامیابی۔

7۔ واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیں۔

مضمون۔ موضوع۔ اغراض۔ مقاصد۔ واقعہ۔ مذہب۔ سجود۔ شاعر۔ شعر۔ سبب۔

افراد۔ اقوام۔ قوانین

8۔ مندرجہ ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کے معنی واضح ہو جائیں۔

پسِ پشت ڈالنا۔ الجھ پڑنا۔ گتھم گتھا ہونا۔ سبقت لے جانا۔ پلّا بھاری رہنا۔

9۔ پروفیسر اجمل خان جماعت **میں** ہیں۔

حیدر پلنگ **پر** لیٹا ہے۔

عالیہ **نے** وضو کیا **اور** نماز ادا کی۔

مہمان **کو** اسٹیشن **تک** چھوڑ آؤ۔

اوپر دیے گئے جملوں میں نمایاں کیے گئے کلمات پر غور کریں۔ اگر یہ کلمات ان جملوں سے نکال دیے جائیں تو یہ جملے بے جوڑ ہو جائیں۔ ایسے کلمات کو حروف کہتے ہیں۔ حرف ایسا کلمہ ہوتا ہے جس کے تنہا تو کوئی واضح معنیٰ نہیں ہوتے لیکن جملے میں الفاظ کا تعلق قائم کرنے کے کام آتا ہے۔ آپ اس سبق سے حروف تلاش کریں۔

برائے اساتذہ:

نظم وضبط کے فائدے پر ایک پیراگراف لکھوائیں۔

عملی زندگی سے نظم وضبط کی مثالیں دیں۔

صبح اور فتح الگ الفاظ ہونے کی صورت میں صُبَح، فَتَح پڑھا جائے جبکہ مرکب جیسے صبح وشام، فتحِ مبین میں صُبْح اور فَتْح پڑھا جائے گا۔

شہیدِ راہِ وفا

1965ء میں پاکستان اور بھارت کے مابین جنگ عروج پر تھی۔ ایک محاذ پر دشمن ہماری ایک چوکی پر قبضہ کر چکا تھا۔ توپوں کی گھن گرج میں پلاٹون کمانڈر سخت پریشان تھا۔ اس نے اپنے سپاہیوں کو بتایا ''دشمن بڑی سُرعت کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے، اگر یہی حال رہا تو ہمیں چند گھنٹوں تک یہ چوکی بھی خالی کرنا پڑے گی۔''

ایک جوان نے آگے بڑھ کر سیلوٹ کیا اور پوچھا

''جناب! دشمن کو روکنے کی کوئی تدبیر بھی ہے؟''

کمانڈر نے کہا: ''مسلمان اللہ کا سپاہی ہوتا ہے۔ ہم اب بھی دشمن کے دانت کھٹے کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہم میں سے کوئی جرأت کا مظاہرہ کرے۔ اپنی چھنی ہوئی چوکی تک جائے اور دشمن کو نقصان پہنچائے۔ اِس طرح دشمن کی پیش قدمی روکی جاسکے گی''۔

وہ جوان ایک قدم اور آگے بڑھا اور سینہ تان کر بولا

''جناب! مجھے آپ کا یہ حکم منظور ہے'' یہ کہ کر اس نے اپنی سٹین گن پر بٹ چڑھایا، دستی بموں کی پیٹی کمر سے باندھی۔ دونوں ایڑیاں ملا کر زوردار فوجی سلام کیا اور رینگتا ہوا اپنے مورچے سے باہر چلا گیا، یہ جوان نائیک لال حسین تھا۔

لال حسین دُھن کا پکا تھا۔ وہ مسلسل دو گھنٹے تک اسی طرح رینگتا ہوا گرد، آگ اور دھوئیں کے سائے میں آگے بڑھتا گیا حتیٰ کہ اپنی چھنی ہوئی چوکی تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ چوکی کے پار دشمن کا بہت بڑا خندقی مورچا تھا۔ اپنی چوکی دشمن کے قبضے میں دیکھ کر لال حسین کا خون کھولنے لگا۔ جب اس نے سوچا کہ آج صبح تک تو اس چوکی کی چوٹی پر پاکستان کا سبز ہلالی پرچم لہرا رہا تھا تو وہ غصے کے مارے آپے سے باہر ہوگیا۔ اس نے اپنی کمر سے دستی بم علیٰحدہ کیا اور نعرۂ تکبیر بلند کرتے

ہوئے چوکی کے اس پار کھڑے دو سپاہیوں پر پھینکا جو وہیں ڈھیر ہو گئے۔

لال حسین چھلانگ لگا کر چوکی میں داخل ہو گیا، اس نے دوسرا بم نکالا اور چوکی کے دوسری طرف موجود سپاہیوں کو نشانہ بنایا۔ اب چوکی دشمن کے تسلّط سے آزاد ہو چکی تھی۔ وہ رینگتا ہوا دشمن کے خندقی مورچے کے پاس جا پہنچا، اسی دوران میں اس کا امدادی دستہ بھی وہاں آ پہنچا اور اُنھوں نے بھی دشمن کے خلاف کارروائی شروع کر دی۔ دشمن کے سپاہی مورچے کے اندر ہی ختم ہو گئے اور ساتھ ہی مورچا بھی تباہ ہو گیا۔

نائیک لال حسین کو جو کام سونپا گیا تھا وہ مکمل ہو چکا تھا لیکن قریب ہی پاک پلاٹون سے دشمن کی فوج لڑ رہی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ ہمارا گروپ کمزور ہے اور دشمن اس پر بھرپور حملہ کر رہا ہے۔ اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر دشمن پر ہلاّ بول دیا۔ قریب پہنچ کر اس نے سٹین گن سے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔

لال حسین رینگتا ہوا دشمن کی چوکی کے بالکل قریب پہنچ گیا اس نے اپنی کمر سے دستی بم نکالا اور دشمن کی چوکی پر دے مارا۔ دشمن اچانک حملے سے بوکھلا گیا۔ لال حسین اور اُس کے ساتھی فائرنگ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کہ اسی اثنا میں دُشمن کی ایک اور چوکی سے ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی اور لال حسین کو شدید زخمی کر گئی مگر اس جانباز نے ہمت نہ ہاری اور اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھاتا رہا۔ اسے اپنے زخموں کی قطعاً پروا نہ تھی، اسے فکر تھی تو اپنے پیارے وطن کی۔ اس کے زخموں سے برابر خون بہ رہا تھا۔ اس کے ساتھی اسے اٹھا کر پیچھے لے آئے اور اس کی مرہم پٹی کرنا چاہی مگر اس مردِ مجاہد نے اس نازُک مرحلے پر بھی طبی امداد لینے سے انکار کر دیا۔ وہ بار بار یہی کہتا رہا کہ مجھے میرے اللہ کے بھروسے پر چھوڑ دو اور جاؤ دُشمن کو مکمل تباہ کر دو۔ اس کا ایک ساتھی آگے بڑھا اور کہا ''لال حسین! تمھاری مردانگی اور جرأت کی بدولت اس چوکی پر قابض دشمن کا صفایا ہو چکا ہے۔'' لال حسین کی روح جسم سے پرواز کر رہی تھی اور اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل رہے تھے ''اے اللہ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔'' نائیک لال حسین نے جان دے کر وطنِ عزیز کا دفاع کیا۔ اس کی جرأت و بہادُری کو پاکستان کی عسکری تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ شہادتؒ کی سعادت حاصل کرنے پر حکومت نے اسے تمغۂ جرأت سے نوازا۔

مشق

1۔ درست جواب کے شروع میں دائرہ لگائیں۔

(i) نائیک لال حسین نے شہادت پائی۔

(الف) 1948ء میں (ب) 1965ء میں (ج) 1971ء (د) 1998ء میں

(ii) نائیک لال حسین کے کارنامے پر اسے دیا گیا۔

(الف) نشان حیدر (ب) تمغہ امتیاز (ج) تمغہ بسالت (د) تمغہ جرأت

(iii) توپوں کی گھن گرج میں پریشان تھا۔

(الف) کمپنی کمانڈر (ب) پلاٹون کمانڈر (ج) بریگیڈ کمانڈر (د) ونگ کمانڈر

(iv) لال حسین کو فکر تھی۔

(الف) اپنی جان کی (ب) اپنے بیوی بچوں کی (ج) اپنے وطن کی (د) اپنے خاندان کی

2۔ سوالوں کے مختصر جواب دیں۔

(i) پلاٹون کمانڈر کی پریشانی کا سبب کیا تھا؟

(ii) لال حسین کا خون کیوں کھولنے لگا؟

(iii) زخمی حالت میں لال حسین بار بار کیا کہتا رہا؟

(iv) شہادت کے وقت لال حسین کی زبان سے کیا الفاظ نکل رہے تھے؟

(v) لال حسین کی بے مثال بہادری پر حکومت نے اُسے کس اعزاز سے نوازا؟

3۔ مندرجہ ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کے معنی واضح ہو جائیں۔

دانت کھٹے کرنا۔ خون کھولنا۔ آپے سے باہر ہو جانا۔ بوکھلا جانا۔

4۔ مندرجہ ذیل الفاظ کی جمع لکھیں۔

تدبیر۔ حکم۔ وطن۔ فکر۔ مجاہد۔ فرض۔

5۔ کالم الف میں دیے گئے ہر لفظ کا درست متضاد کالم ب سے چُنیں اور اسے کالم ج میں درج کریں۔

کالم الف	کالم ب	کالم ج
قریب	دوست	
شدید	غلام	
دشمن	ختم	
آزاد	بعید	
شروع	خفیف	

6۔ (i) زوردار میں ''دار'' لاحقہ ہے۔ آپ اس کی مدد سے مزید پانچ لفظ بنائیں۔

(ii) کم زور میں ''کم'' سابقہ ہے۔ آپ اس کی مدد سے مزید پانچ لفظ بنائیں۔

7۔ (الف) مدثر آٹھویں میں پڑھتا ہے۔ مدثر شہر میں رہتا ہے۔ مدثر کے ابو کالج میں پڑھاتے ہیں۔

(ب) مدثر آٹھویں میں پڑھتا ہے۔ وہ شہر میں رہتا ہے۔ اُس کے ابو کالج میں پڑھاتے ہیں۔

مثال (الف) کے تحت دیے گئے جملوں میں مدثر کا نام بار بار استعمال کیا گیا ہے جب کہ (ب) کے تحت دیے گئے جملوں میں مدثر کی جگہ ''وہ'' اور ''اُس'' کے الفاظ لکھے گئے ہیں۔ یہ دونوں ضمیریں ہیں۔ ایسا اسم جو کسی دوسرے نام کی جگہ استعمال کیا جائے، اسمِ ضمیر کہلاتا ہے۔ اس سبق سے اسمِ ضمیر کی پانچ مثالیں تلاش کریں۔

اے وطن پیارے وطن

میرے خوابوں کی زمیں ہے مرا ارمان ہے تُو
میری عزت، میری عظمت، مری پہچان ہے تُو
میری ہستی کا مری زیست کا سامان ہے تُو
حوصلوں کو مرے رکھتی ہے جواں تیری لگن
اے وطن پیارے وطن

لاکھ طوفان اٹھیں تجھ کو مٹانے کے لیے
میں ہوں موجود تری آن بچانے کے لیے
سر کٹانے کے لیے، جان لڑانے کے لیے
تجھ پہ جو وار ہو جھیلے مرا فولاد بدن
اے وطن پیارے وطن

میرا بچپن تری آغوش میں پروان چڑھا
تیری گلیوں میں لڑکپن کا زمانہ گزرا
میرا مسکن تھی جوانی میں تری پاک فضا
اور پیری میں بھی ہُوں تری الفت میں مگن
اے وطن پیارے وطن

تیرا اِک ماہِ مُبارَک میں ہوا تھا دیدار
اُمّتِ احمدِ مرسل کے حصاروں کا حصار
اور اس نامِ مبارک پہ ہوں سو بار نثار
میرے ماں باپ مری جان مرا تن من دھن
اے وطن پیارے وطن

تیرے باشندے ہر اک خوف سے آزاد رہیں　　کھیت سر سبز رہیں بستیاں آباد رہیں
سایۂ رحمتِ باری میں سدا شاد رہیں　　تیری الفت ہو ہر اک فرد کے دل کی دھڑکن
اے وطن پیارے وطن

(عنایت علی خاں)

مشق

1۔ اس نظم کے چوتھے بند میں کس واقعے کی طرف اشارہ ہے۔ یہ واقعہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔
2۔ اس نظم کا کون سا بند جوش و جذبے کو ابھارتا ہے؟ وجہ بیان کریں۔
3۔ وطن سے محبت کے کیا تقاضے ہیں؟
4۔ اگر وطن کی خاطر قربانی دینے کا وقت آئے تو اس مشکل مرحلے پر آپ کیا کریں گے؟
5۔ یہ نظم زبانی یاد کریں۔ کلاس روم یا سکول اسمبلی میں پڑھیں۔

والی بال

والی بال کا کھیل دیہی اور شہری علاقوں میں یکساں مقبول ہے۔ یہ کھیل نرم چمڑے کے گول بال سے کھیلا جاتا ہے جس کا قطر 65 سے 67 سینٹی میٹر اور وزن 260 سے 280 گرام ہوتا ہے۔ یہ کھیل ایک مستطیل شکل کے کورٹ پر کھیلا جاتا ہے، کورٹ کی لمبائی 18 میٹر اور چوڑائی 9 میٹر ہوتی ہے۔ لمبائی کے رخ کورٹ نیٹ کے ذریعے سے دو برابر حصوں میں تقسیم ہوتا ہے جو کہ ہر ٹیم کے کھیلنے کا حصہ کہلاتا ہے۔ کورٹ کے گرد فری زون ہوتا ہے تاکہ کھیل کے دوران باہر کی جانب سے کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ کھیلنے کی سطح بالکل ہموار ہوتی ہے تاکہ کھیل کے دوران میں کھلاڑی زخمی ہونے سے بچ سکیں۔

سینٹر لائن اور اٹیک لائن کا درمیانی علاقہ اٹیک ایریا کہلاتا ہے۔ اٹیک لائن اور اَینڈ لائن کا درمیانی علاقہ دفاعی علاقہ کہلاتا ہے۔ اَینڈ لائن سے پچھلا علاقہ سروِس ایریا کہلاتا ہے۔ کورٹ کی سائیڈ پر متبادل کھلاڑیوں کا زون وارم اپ ایریا اور پینلٹی ایریا ہوتا ہے۔

نیٹ کی اُونچائی مرد کھلاڑیوں کے لیے 2.43 میٹر اور عورتوں کے لیے 2.24 میٹر ہوتی ہے۔ ایک ٹیم میں زیادہ سے زیادہ بارہ کھلاڑی ہوتے ہیں جن میں سے چھے کھلاڑی کھیل میں حصہ لیتے ہیں باقی چھے متبادل کھلاڑی کہلاتے ہیں۔ ایک کھلاڑی باقی کھلاڑیوں سے مختلف وردی پہن کر کھیلتا ہے جو صرف دفاعی کھلاڑی ہوتا ہے۔

کھیل کے دوران میں کھلاڑی ایک جیسی یونیفارم پہنتے ہیں۔ اُن کی جرسیوں پر آگے اور پیچھے نمبر لگے ہوتے ہیں جو کھلاڑیوں کی شناخت کے لیے ہوتے ہیں۔ دونوں ٹیموں کے کپتان اور کوچ اپنی ٹیم کے رویّے اور نظم وضبط کے ذِمّے دار ہوتے ہیں۔

کھیل کے آغاز کے لیے ٹاس ہوتا ہے۔ جو ٹیم ٹاس جیت لے اُسے حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ سروِس لے یا سائیڈ۔ ایک ٹیم اُس وقت پوائنٹ حاصل کرتی ہے جب مخالِف ٹیم کا کھلاڑی کوئی

قانون شکنی کرے یا مُخالِف ٹیم کے کورٹ کے اندر بال زمین کو چھو جائے۔ اگر سروس کرنے والی ٹیم کی مخالف ٹیم قانون کی خِلاف ورزی کرے تو سروِس والی ٹیم کو پوائنٹ بھی ملے گا اور سروِس بھی انھی کے پاس ہی رہے گی۔ اگر سروِس کرنے والی ٹیم فاؤل کرے گی تو مخالف ٹیم کو پوائنٹ بھی ملے گا اور سروِس بھی۔

ایک میچ پانچ سَیٹ پر مشتمل ہوتا ہے جو ٹیم پہلے تین سیٹ جیت لے وہ میچ کی فاتح قرار پاتی ہے۔ وہ ٹیم سیٹ جیت جاتی ہے جو پہلے 25 پوائنٹس بنالے بشرطیکہ اسے مخالف ٹیم پر کم از کم دو پوائنٹ کی برتری حاصل ہو۔ جب دونوں ٹیمیں 24 ، 24 کے برابر سکور پر پہنچ جائیں تو کھیل اُس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک دوسری ٹیم کو دو پوائنٹس کی برتری حاصل نہ ہو جائے مثلاً 24,26 یا 25,27 وغیرہ۔

والی بال کا کھیل روٹیشن آرڈر میں کھیلا جاتا ہے۔ روٹیشن آرڈر کھیل کے شروع ہونے سے پہلے لکھا جاتا ہے۔ روٹیشن کھلاڑیوں کے گھڑی کی سوئیوں کی سَمت میں گھومنے کے عمل کو کہتے ہیں۔ جب کوئی ٹیم سروس حاصل کرتی ہے تو ٹیم کے کھلاڑی اپنی جگہ تبدیل کرتے ہیں اور وہ ایک پوزیشن آگے کی جانب گھوم جاتے ہیں۔

روٹیشن آرڈر میں بیک لائن کے کھلاڑی نیٹ پر کھیل میں حصہ نہیں لے سکتے البتہ دفاع کر سکتے ہیں۔ سمیش نہیں کر سکتے اور نہ ہی بلا کنگ کر سکتے ہیں۔ کسی بھی اختلاف کی صورت میں ریفری کا فیصلہ حتمی ہوتا ہے۔

ایک ٹیم سیٹ کے دوران میں ایک ٹائم آوٹ لے سکتی ہے۔ جس کا دورانیہ 60 سیکنڈ ہوتا ہے۔ جب سکور 8 اور 16 ہو تو دو ٹیکنیکل ٹائم آوٹ بھی دیے جاتے ہیں جن کا دورانیہ 20 سیکنڈ ہوتا ہے۔ پانچویں سیٹ میں کوئی ٹیکنیکل ٹائم آوٹ نہیں ہوتا البتہ کوچ کی درخواست پر 30 سیکنڈ کے دو ٹائم آوٹ بھی دیے جا سکتے ہیں۔

والی بال کے کھیل میں وہ ٹیم بہتر سمجھی جاتی ہے جو کھیل کے تمام شعبوں میں یکساں مہارت رکھتی ہو۔ اگر کوئی ٹیم کسی بھی شعبہ میں کمزور ہو تو وہ میچ نہیں جیت پاتی۔

مشق

1۔ درست جواب کے شروع میں '' ✔ '' کا نشان لگائیں۔

(i) کھلاڑی کی جرسی پر نمبر لکھا جاتا ہے۔

(الف) شناخت کے لیے۔(ب)۔اس کی شہرت کے لیے۔(ج)۔فاؤل کی صورت میں سزا دینے کے لیے

(ii) مَردوں کے لیے نیٹ کی اونچائی ہوتی ہے۔

(الف) 2.43 میٹر (ب) 2.24 میٹر (ج) 2.48 میٹر

(iii) والی بال کا میچ جیتنے کے لیے ٹیم کو پوائنٹس درکار ہوتے ہیں۔

(الف) 20 (ب) 25 (ج) 30

(iv) والی بال کی ٹیم میں دونوں طرف کھلاڑی ہوتے ہیں۔

(الف) 6 اور 6 (ب) 8 اور 8 (ج) 11 اور 11

(v) ہر ٹیم میں متبادل کھلاڑیوں کی تعداد ہوتی ہے۔

(الف) 3 (ب) 5 (ج) 6

2۔ ایسے کھیلوں کے نام لکھیں جن میں ''بال'' کا لفظ آتا ہو۔

3۔ اس سبق میں ایسے بہت سے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو اصل میں انگریزی زبان کے الفاظ ہیں لیکن اردو میں عام استعمال ہوتے ہیں۔مثلاً یونیفارم۔کوچ۔میچ وغیرہ اس قسم کے مزید الفاظ سبق میں سے چن کر لکھیں۔

4۔ محنتی طالب علم زندگی میں کامیاب ہوتے ہیں۔

لڑاکا شخص کو کوئی پسند نہیں کرتا۔

تقدیر ہمیشہ بہادر انسانوں کا ساتھ دیتی ہے۔

اسماعیل میرٹھی نے بچوں کے لیے بہت سی نظمیں لکھیں۔

مجھے نمکین چائے بہت پسند ہے۔

پہلے جملے میں ''محنتی'' اسمِ صفت ہے جب کہ طالب علم موصوف، دوسرے جملے میں ''لڑاکا'' اسمِ صفت ہے

جب کہ شخص موصوف اور تیسرے جملے میں ''بہادر'' اسمِ صفت ہے جب کہ انسانوں موصوف۔
ان تینوں جملوں میں ہر اسمِ صفت اپنے موصوف کی ذاتی خصوصیت ظاہر کر رہا ہے۔ قواعد کی رُو سے موصوف کی ذاتی خصوصیت کو ظاہر کرنے والے اسمِ صفت کو صفتِ ذاتی کہا جاتا ہے۔

چوتھے اور پانچویں جملے میں ''میرٹھی'' اور ''نمکین'' دونوں صفت تو نہیں البتہ محض تعلق کی وجہ سے صفت کے معنی ظاہر کرتے ہیں۔ انھیں صفتِ نسبتی کہا جاتا ہے۔ نیچے اسمائے صفات دیے جا رہے ہیں۔ آپ ان میں سے صفت ذاتی اور صفت نسبتی الگ الگ کریں۔

اونچا۔ تیز۔ ملتانی۔ حسین۔ امیرانہ۔ رنگین۔ مدنی۔ میٹھا۔

برائے اساتذہ :

جماعت میں پی ٹی آئی صاحب سے والی بال سے متعلق معلوماتی لیکچر دلوائیں۔

بچوں کو والی بال کورٹ میں لے جائیں اور فیتہ لے کر والی بال کورٹ کی پیمائش کرائیں۔

تعلیم میں کھیلوں کی اہمیت پر ایک صفحے پر مشتمل مضمون لکھوائیں۔

اللہ کی تلوار

حضرت خالدؓ بن ولید کا لقب ''**سیف اللہ**'' یعنی **اللہ** کی تلوار ہے۔ آپ کو یہ لقب حضورؐ نے بہادری اور جنگی صلاحیتوں کی بنا پر عطا فرمایا تھا اور بلاشبہ خالدؓ بن ولید کو ہی زیب دیتا ہے۔

حضرت خالدؓ بن ولید اسلام کے ایک نامور جرنیل اور بہادر سپاہی تھے۔ وہ اپنی جنگی مہارت اور حکمتِ عملی کی وجہ سے ہر جنگ میں کامیاب رہے اور زندگی بھر شکست سے دوچار نہ ہوئے۔ قدرت نے انھیں جنگی مہارت سے نوازنے میں بڑی فیاضی سے کام لیا تھا۔ جب ہم ان کا موازنہ دُنیا کے بڑے بڑے جرنیلوں سے کرتے ہیں تو انھیں سب سے آگے پاتے ہیں۔ تاریخ ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ فنونِ حرب میں جو مہارت انھیں حاصل تھی وہ دنیا کے کسی اور جرنیل کو مُیسّر نہ ہوئی۔ وہ دشمن کے جنگی منصوبوں کو فوراً بھانپ کر پیش بندی کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔

قبولِ اسلام کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید نے اپنے آپ کو اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ آپ ہر غزوے اور ہر اسلامی معرکے میں پیش پیش رہے۔ آپ نے 8 ہجری میں جنگ مُوتہ میں شرکت فرمائی۔ جس کا مختصر حال ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔

جزیرۃُ العرب میں اسلام کی جڑیں مضبوط ہوگئیں اور اسلام تیزی سے پھیلنے لگا تو حضور اکرمؐ نے اسلام کی دعوت دینے کے لیے اپنے قاصد **ملک** سے باہر بھیجنے شروع کیے۔ اس وقت روم کی سلطنت بہت وسیع اور مضبوط تھی۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت حارثؓ بن عمیر کو رومی سلطنت کی طرف روانہ فرمایا۔ جب یہ قاصد اُردن کے علاقے مُوتہ میں پہنچا تو اس کی ملاقات قیصرِ روم کے ایک سردار شرجیل بن عمرو سے ہوگئی۔ جب شرجیل کو یہ پتا چلا کہ حضرت حارثؓ بن عمیر نبی کریمؐ کے قاصد ہیں اور دعوتِ اسلامی کا پیغام لے کر آئے ہیں تو اس بدبخت نے آپ کو رسیوں سے جکڑ کر شہید کر

دیا۔اس دَور میں بھی سفیر یا قاصد کا قتل کیا جانا ایک نا قابلِ معافی جرم سمجھا جاتا تھا۔ جب اس واقعہ کی خبر نبی اکرمؐ کو پہنچی تو آپ کو بے حد دکھ ہوا۔ آپؐ نے فوراً تین ہزار صحابہ پر مشتمل ایک لشکر تیار کیا جس میں خالدؓ بن ولید بھی شامل تھے۔

حضرت زیدؓ بن حارثؓ کو اس لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا گیا اور ساتھ ہی آپؐ نے فرمایا کہ اگر زیدؓ بن حارثؓ شہید ہو جائیں تو اس لشکر کے سپہ سالار جعفرؓ بن ابی طالب ہوں گے اور جعفرؓ بن ابی طالب بھی شہید ہو جائیں تو لشکر کی قیادت عبداللہؓ بن رواحہ کریں گے۔ اگر وہ بھی جامِ شہادت نوش فرما جائیں تو پھر لشکر اپنا امیر خود منتخب کرے گا۔ اس لشکر کو رخصت کرتے وقت آپؐ نے لشکر کو بہت سی قیمتی ہدایات عطا فرمائیں۔ یہ ہدایات ایسی ہیں جنھیں کسی بھی اسلامی جنگ کا دستور بھی کہا جا سکتا ہے۔

جب یہ لشکر مُوتہ کے مقام پر پہنچا تو اس کا سامنا اپنے سے کئی گنا بڑے رومی لشکر سے ہوا۔ ایک روایت کے مُطابق اس لشکر کی تعداد دو لاکھ سے کم نہ تھی۔

جنگ کے دوران میں حضرت زیدؓ بن حارثؓ دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آپ کے بعد حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے پرچم اٹھایا۔ آپ بھی بڑی بہادری اور جانبازی کے جوہر دکھاتے ہوئے لڑے۔ پہلے آپؓ کا دایاں بازو کٹا تو پرچم بائیں بازو میں اُٹھا لیا جب بایاں بازو بھی کٹ گیا تو آپؓ نے پرچم کو کٹے ہوئے ہاتھوں کے سہارے سینے سے لگا لیا اور پرچم کو زمین پر گرنے نہیں دیا۔ آخر آپؓ بھی شہید کر دِیے گئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت جعفرؓ طیار کے بعد حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے قیادت سنبھالی۔ پہلے دونوں جرنیلوں کی طرح آپ بھی بڑی دلیری اور شجاعت سے لڑے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اب مجاہدینِ اسلام نے حضرت خالدؓ بن ولید کو متفقہ رائے سے اپنا نیا سپہ سالار چُن لیا۔

جب خالدؓ بن ولید نے لشکر کی کمان ہاتھ میں لی۔ اسی رات انھوں نے ایک نئی جنگی تدبیر سوچی۔ آپؓ نے لشکرِ اسلام کو نئے انداز سے ترتیب دیا۔ آگے لڑنے والے لشکر کو پیچھے لے گئے، پیچھے لڑنے والوں کو آگے لے آئے۔ دائیں طرف کی فوج کو بائیں طرف متعین کیا اور بائیں طرف کی فوج کو دائیں طرف لے گئے۔ اب دشمن کے سامنے ایک نیا لشکر تھا۔ جب انھوں نے مسلمانوں

میں نئے چہروں کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ انھیں کُمک مل گئی ہے۔ یہ خیال آتے ہی ان پر رُعب طاری ہو گیا۔ ان کے قدم خوف سے اکھڑنے لگے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے اُن کے اس خوف سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور نعرۂ تکبیر بلند کر کے ان پر ہلا بول دیا اور کُشتوں کے پُشتے لگاتے چلے گئے۔

حضرت خالدؓ بن ولید کی جنگی حکمتِ عملی یہ تھی کہ کسی طرح مسلمانوں کے لشکر کو دشمنوں کی بے پناہ قوت سے نقصان پہنچے بغیر بچایا جا سکے۔ چنانچہ آپؓ نے لشکر کا نظام محفوظ رکھتے ہوئے تھوڑا تھوڑا پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ رومی سمجھے کہ مسلمان کسی چال کے تحت پیچھے ہٹ رہے ہیں اور وہ شاید انھیں گھیرے میں لینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ خوف کے مارے رومی لشکر نے مسلمانوں کا پیچھا نہ کیا اور اپنے علاقے میں واپس چلے گئے۔ چنانچہ مُسلمان بڑی سلامتی کے ساتھ دِھیرے دِھیرے پیچھے ہٹتے چلے گئے اور واپس مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

ادھر حضور نبی کریم صلی **اللہ** علیہ وآلہٖ وسلّم کو جنگ کے دوران میں وحی کے ذریعے سے جنگ کی خبریں ملتی رہیں۔ چنانچہ آپؐ نے اہلِ مدینہ کو جنگ کے حالات سے باخبر رکھنے کے لیے مسجدِ نبوی شریف میں جمع کیا اور ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! میں تمھیں تمھارے غازیوں کے لشکر کے حالات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ جب ہمارے لشکر کا دشمن سے آمنا سامنا ہوا تو لشکرِ اسلام کے پہلے سپہ سالار حضرت زیدؓ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ ان کے لیے مغفِرَت طلب کرو۔ پھر حضرت جعفرؓ طیّار نے پرچم تھاما اور لشکرِ کفار پر پے در پے حملے کیے حتیٰ کہ وہ بھی شہید ہو گئے۔ ان کے لیے سب مغفرت طلب کرو۔ پھر عبد **اللہ**ؓ بن رواحہ نے اسلام کا پرچم اٹھایا اور بڑی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ حتیٰ کہ انھیں بھی شہید کر دیا گیا۔ ان کے لیے بھی سب مغفرت طلب کرو۔ پھر خالدؓ بن ولید نے جھنڈا پکڑا، وہ **اللہ** کے بہترین بندے اور قبیلے کے بہترین بھائی ہیں۔ وہ **اللہ** کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔ **اللہ** تعالیٰ نے انھیں کفّار کی سرکوبی کے لیے بے نیام کیا ہے، یہاں تک کہ اُن کی قیادت میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔''

اسی روز سے حضرت خالدؓ بن ولید سیف **اللہ** کے لقب سے مشہور ہوئے اور ہمیشہ کے لیے یہ لقب اُن کے نام کا حصّہ بن گیا۔ حضرت خالدؓ بن ولید بنیادی طور پر ایک سپاہی تھے۔ اُن کی طبیعت

میں دشمن کے لیے سختی اور غصّہ بہت تھا۔ جب بھی ان کی نظر دشمن پر پڑتی تو ان کا قابو میں رہنا ناممکن ہو جاتا تھا۔ ان کا جی چاہتا کہ وہ اسی وقت اس کی گردن دبوچ لیں۔ اللہ کا فضل ہمیشہ ان کے شاملِ حال رہا۔ وہ کبھی کسی بڑے سے بڑے لشکر سے بھی مرعوب نہ ہوئے۔

حضرت خالدؓ بن ولید فوجی نظم و ضبط کے قائل تھے۔ خود بھی نظم کی پابندی کرتے تھے اور بطور سپہ سالار دوسروں سے بھی اُس کی پابندی کرواتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے بعض وجوہ کی بنا پر آپ سے سپہ سالار کا عہدہ واپس لیا تو آپ نہایت خاموشی سے اپنے عہدے سے فارغ ہو گئے اور اسی فوج میں ایک ادنیٰ سپاہی کے طور پر بہادری کے جوہر دکھاتے رہے۔ نہ کوئی احتجاج کیا نہ استعفیٰ دیا۔ اگرچہ جنگِ مُوتہ میں آپ کی شرکت اور قیادت آپ کی زندگی کا ایک تابناک واقعہ ہے لیکن اس کے علاوہ بھی آپ کی قابلِ قدر اور قابلِ ذکر خدمات بے شمار ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دَور میں آپ نے ابتدا کی جنگوں میں فوجی اعتبار سے نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ نے عراق اور شام کی جنگوں میں بھی حصہ لیا اور بڑے بڑے کارنامے سرانجام دِیے۔ آپ کی جنگی خدمات سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل اور اسلام کے دورِ اوّل کی تاریخ کا انتہائی اہم باب ہیں۔

قدرت کا کرشمہ دیکھیں کہ بیسیوں جنگوں میں حصّہ لینے والے جرنیل نے خواہش کے باوجود شہادت کا رتبہ نہ پایا اور اکسٹھ برس کی عمر میں میدان جنگ کی بجائے گھر میں وفات پائی۔

مشق

1۔ مندرجہ ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کے معنی واضح ہو جائیں۔

ڈٹ جانا۔ وقف کرنا۔ جام شہادت نوش کرنا۔ ہلا بولنا۔ کُشتوں کے پشتے لگانا۔ دل دھڑکنا۔ قدم ڈگمگانا۔

2۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو ان کے متضاد الفاظ سے ملائیں۔

کثرت	جنگ
امن	فتح
دلیری	قلت
بدبخت	خوش بخت
شکست	بزدلی

3۔ اعراب لگا کر مندرجہ ذیل الفاظ کا تلفظ واضح کریں۔

شکست ۔حرب ۔طلب ۔مغفرت ۔منافق ۔شجاعت ۔

4۔ لفظ ''بے پناہ'' میں ''بے'' سابقہ ہے۔''بے'' کے استعمال سے پانچ نئے الفاظ بنا کر ان کو جملوں میں استعمال کریں ۔مثلاً بے مثال ۔

5۔ حضرت خالدؓ بن ولید کا لقب سیف اللہ تھا۔آپ مندرجہ ذیل انبیائے کرام کے القابات لکھیے ۔

حضرت ابراہیمؑ ۔حضرت اسمٰعیلؑ ۔حضرت موسیٰؑ ۔حضرت عیسیٰؑ ۔ حضرت محمدؐ۔

6۔ i۔ چودھری رحمت علی نے ایک کتابچہ اب ورنہ کبھی نہیں **(Now or Never)** لکھا۔

ii۔ کلیم الحق (جو کبھی میرے پڑوس میں رہتے تھے) ان دنوں لاہور میں رہتے ہیں۔

اوپر کے جملوں میں علامت (   ) استعمال کی گئی ہے ۔اسے قوسین کہا جاتا ہے ۔اگر عبارت میں کسی دوسری زبان کا لفظ لکھنا ہو تو اسے قوسین میں لکھتے ہیں، جیسے پہلے جملے میں کتابچے کا انگریزی نام قوسین میں دیا گیا ہے ۔اس کے علاوہ ایسی عبارت کے گرد بھی قوسین لگائی جاتی ہیں جن کا زیرِ بحث مضمون سے کوئی تعلق نہ ہو۔ مصنف اور کتاب کا حوالہ دینے کے لیے بھی قوسین کی علامت استعمال ہوتی ہے ۔آپ کی کتاب میں ہر نظم کے آخر میں شاعر کا نام قوسین میں لکھا گیا ہے ۔آپ ان شاعروں کے ناموں کو الگ کر کے لکھیں۔

برائے اساتذہ :

حضرت خالدؓ بن ولید کے اسلام لانے کا واقعہ سنائیں۔

حضرت خالدؓ بن ولید کی بہادری کا اس سبق کے علاوہ کوئی اور واقعہ بتائیں۔

حضرت خالدؓ بن ولید کی شجاعت پر مضمون لکھوائیں۔

برکھا رُت

گرمی سے تڑپ رہے تھے جان دار
اور دھوپ میں تپ رہے تھے کہسار

تھی لوٹ سی پڑ رہی چمن میں
اور آگ سی لگ رہی تھی بَن میں

رستوں میں سوار اور پیدل
سب دھوپ کے ہاتھ سے تھے بے کل

تھی سب کی نگاہ سُوئے افلاک
پانی کی جگہ بَرَستی تھی آگ

بچوں کا ہُوا تھا حال بے حال
کملائے ہوئے تھے پھول سے گال

کل شام تلک تو تھے یہی طَور
پر رات سے ہے سماں ہی کچھ اور

برسات کا بج رہا ہے ڈنکا
اک شور ہے آسماں پہ برپا

ہے ابر کی فوج آگے آگے
اور پیچھے ہیں دَل کے دَل ہوا کے

ہیں رنگ برنگ کے رسالے
گورے ہیں کہیں، کہیں ہیں کالے

جاتے ہیں مہم پہ کوئی جانے
ہمراہ ہیں لاکھ توپ خانے

پھولوں سے پٹے ہوئے ہیں کہسار
دُولھا سے بنے ہوئے ہیں اشجار

پانی سے بھرے ہوئے ہیں جل تھل
ہے گونج رہا تمام جنگل

کوئل کی ہے کُوک جی لبھاتی
گویا کہ ہے دل میں بیٹھی جاتی

(الطاف حسین حالی)

مشق

1۔ ہر سوال کے چار جواب دِیے گئے ہیں۔ درست جواب کے شروع میں '' ✔ '' کا نشان لگائیں۔

(i) گرمی سے تڑپ رہے تھے۔

(الف) جان دار (ب) کہسار (ج) اشجار (د) دکان دار

(ii) آگ سی لگ رہی تھی۔

(الف) چمن میں (ب) تن میں (ج) پن میں (د) بن میں

(iii) برسات کی نشانی ہے۔

(الف) جان داروں کا تڑپنا (ب) پہاڑوں کا تپنا (ج) بادل کا گرجنا (د) بچوں کا بلکنا

2۔ مندرجہ ذیل اشعار کی اپنے الفاظ میں تشریح کریں۔

پانی سے بھرے ہوئے ہیں جل تھل ہے گونج رہا تمام جنگل
کوئل کی ہے کُوک جی لبھاتی گویا کہ ہے دل میں بیٹھی جاتی

3۔ ''برسات کے نظارے'' کے موضوع پر ایک مضمون لکھیں۔

برائے اساتذہ :

نظم یاد کروائیں۔

قدرتی مناظر / تفریحی مقام کی سیر پر مضمون / پیرا لکھوائیں۔

خطوط نویسی

خط کو نصف ملاقات کہا جاتا ہے۔ یہ ہماری معاشرتی زندگی کا اہم جز ہے۔ اگر اسے انسانی زندگی سے خارج کر دیا جائے تو زندگی بے مزہ ہو کر رہ جائے۔ خطوط ہماری زندگی کو رونق بخشتے ہیں اور ہمیں اپنے دوستوں اور عزیزوں سے ملانے میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ خاندان کے سب لوگ ایک ساتھ رہتے تھے۔ مل جل کر رہنے کی وجہ سے ایک دوسرے کے حالات اور ضروریات سے باخبر رہتے تھے۔ دُکھ سکھ میں شریک ہوتے تھے۔ انھیں نہ تو فون کی ضرورت ہوتی تھی نہ خط کی۔ لیکن اب وہ دَور نہیں رہا۔ سب اعِزّہ و اَقارِب نہ ایک گھر میں رہتے ہیں نہ ایک شہر میں بلکہ اب تو ایک ملک میں بھی نہیں رہتے۔ کوئی کہیں رہ رہا ہے اور کوئی کہیں۔ خوشی یا غم کے موقع پر ممکن ہُوا تو مل لیا ورنہ خط کے ذریعے سے مبارک دے دی اور خط لکھ کر ہی تعزیت کر لی۔

عصرِ حاضر میں دُوریوں اور فاصلوں نے خط کتابت کی ضرورت اور اہمیت کو اور بڑھا دیا ہے۔ اگرچہ فون کی سہولت اور کمپیوٹر کے عام ہو جانے کی وجہ سے خط کتابت کا رواج گھٹتا جا رہا ہے لیکن یہ ممکن نہیں کہ ہم خط کتابت سے بالکل بے نیاز ہو جائیں۔ اب بھی ''مکتوب نگاری'' روابط کو قائم رکھنے اور دوستی بڑھانے کا ایک نہایت کامیاب ذریعہ ہے۔

مکتوب نگاری ایک فن ہے اور اس فن میں مہارت حاصل کرنا ہماری عملی اور معاشرتی ضروریات کا تقاضا ہے۔ ہمارے مشہور لکھنے والے کوشش کرتے تھے کہ خط کو پُر لطف اور پُر کشش بنایا جائے تاکہ مکتوب الیہ اسے پڑھ کر خوش ہو اور لطف اندوز ہو۔ مرزا غالب، شبلی، حالی، مولوی نذیر احمد، ابوالکلام آزاد، علامہ محمد اقبالؒ، مولوی عبدالحق ایسے نام ہیں جنھیں اردو مکتوب نگاری میں بلند مقام حاصل ہے۔ اگر مرزا غالب کو ان سب کا امام کہا جائے تو یہ بے جا نہ ہوگا۔

مرزا غالب نے مکتوب نگاری میں ایک نئی طرز ایجاد کی۔ ان کا خط لکھنے کا انداز بالکل اچھوتا اور نرالا تھا۔ ان کا یہ انداز انھی کے ساتھ ختم ہو گیا۔ ان کے بعد آنے والا کوئی مکتوب نگار ان کی تقلید نہ کر سکا۔ وہ نہایت مناسب انداز میں خط کا آغاز کرتے تھے۔ مکتوب الیہ کو لمبے چوڑے القابات سے مخاطب کرنے کی بجائے محض برخوردار، میاں، بھائی صاحب یا کسی اور مناسب لفظ سے خطاب کرتے۔ اس کے بعد مطلب لکھتے اور خط کا اختتام بھی ''تمھارا غالب'' وغیرہ لکھ کر دیتے تھے۔

مرزا صاحب کا لکھنے کا انداز بھی بہت دلچسپ ہوتا تھا۔ یوں معلوم ہوتا جیسے مکتوب الیہ کے سامنے بیٹھ کر گفتگو کر رہے ہوں۔ اکثر ان کی تحریر بیانیہ نہیں بلکہ مکالماتی ہوتی تھی۔ ذرا ان کے ایک خط کا یہ حصہ پڑھیے۔

''محمد علی بیگ ادھر سے گزرا۔ بھئی محمد علی بیگ لوہارو کی سواریاں روانہ ہو گئیں؟ حضرت ابھی نہیں! کیا آج نہ جائیں گی؟ آج ضرور جائیں گی۔ تیاری ہو رہی ہے۔'' مرزا غالب خود ہی سوال کرتے ہیں اور خود ہی جواب دیتے ہیں اور یوں خط کو ایک مکالمہ بنا دیتے ہیں۔

ذیل میں میر مہدی مجروح کے نام ایک خط ملاحظہ کیجیے۔ مرزا صاحب سے خط کا جواب دینے میں قدرے تاخیر ہوئی۔ دیکھیے وہ اس تاخیر کی ذِمّہ داری کس خوب صورتی سے دوسرے پر ڈالتے ہیں۔

''اے میرن صاحب! السلامُ علیکم۔ حضرت آداب! کہو صاحب آج اجازت ہے میر مہدی کے خط کا جواب لکھنے کی! حضور میں کیا منع کرتا ہوں۔ مگر میں اپنے ہر خط میں آپ کی طرف سے دعا لکھ دیتا ہوں۔ پھر آپ کیوں تکلیف کریں۔ نہیں میرن صاحب! اس کا خط آئے بہت دن ہوئے ہیں۔ وہ خفا ہوتا ہوگا۔ جواب لکھنا ضرور ہے۔ حضرت وہ آپ کے فرزند ہیں۔ وہ آپ سے خفا کیا ہوں گے؟ بھائی آخر کوئی وجہ تو بتلاؤ کہ تم مجھے خط لکھنے سے باز کیوں رکھتے ہو؟ سبحان اللہ! اے لو حضرت! آپ تو خط نہیں لکھتے اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ تُو باز رکھتا ہے۔ اچھا تم باز نہیں رکھتے مگر یہ کہو کہ تم کیوں نہیں چاہتے کہ میں میر مہدی کو خط لکھوں؟ کیا عرض کروں؟ سچ تو یہ ہے کہ جب آپ کا خط جاتا اور وہ پڑھا جاتا تو میں سنتا اور حظ اٹھاتا۔ اب جو میں وہاں نہیں ہوں تو نہیں چاہتا کہ آپ کا خط جائے۔ میں اب پنج شنبے کو روانہ ہوتا ہوں۔ میری روانگی کے تین دن بعد آپ خط شوق سے لکھیے گا۔ میاں بیٹھو،

ہوش کی خبر لو۔ تمھارے جانے نہ جانے سے کیا علاقہ؟ میں بوڑھا آدمی ہوں۔ بھولا آدمی تمھاری باتوں میں آگیا اور آج تک اسے خط نہیں لکھا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ۔" اس کے بعد میر مہدی سے مخاطب ہو کر اصل مطلب لکھتے ہیں۔

مرزا صاحب اپنے خطوط میں مزاح بھی پیدا کرتے تھے۔ مثلاً ایک دوست کو آخر دسمبر، 1857ء میں خط لکھا۔ اس نے اس کا جواب یکم جنوری 1858ء کو دیا۔ اس کے جواب میں اس دوست کو لکھتے ہیں:

''دیکھو صاحب۔ یہ باتیں ہم کو پسند نہیں۔ 1857ء کے خط کا جواب 1858ء میں بھیجتے ہو اور مزا یہ کہ جب تم سے کہا جائے گا تو یہ کہو گے کہ میں نے دوسرے ہی دن جواب لکھا ہے''۔

اسی طرح مرزا صاحب ایک خط میں برسات کی شِدّت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''دیوان خانے کا حال محل سرا سے بدتر ہے۔ میں مرنے سے نہیں ڈرتا۔ فُقدانِ راحت سے گھبرا گیا ہوں۔ چھت چھلنی ہوگئی ہے۔ اَبر دو گھنٹے برسے تو چھت چار گھنٹے برستی ہے۔''

مرزا غالب کی یہ عادت تھی کہ وہ رنج اور افسردگی کے عالم میں بھی مزاح سے باز نہیں آتے تھے اور اپنے مزاح کی وجہ سے اپنے مخاطب کے غم کو ہلکا کر دیتے تھے۔ اپنے ایک عزیز منشی نبی بخش کو لکھتے ہیں۔

''بھائی صاحب! میں بھی تمھارا ہمدرد ہوگیا۔ یعنی منگل کے دن 18 ربیع الاول کو شام کے وقت میری وہ پھوپی کہ میں نے بچپن سے آج تک اس کو ماں سمجھا اور وہ بھی مجھے بیٹا سمجھتی تھی، مرگئی۔ آپ کو معلوم رہے کہ پرسوں گویا میرے نو آدمی مرگئے۔ تین پھوپیاں اور تین چچے اور ایک باپ اور ایک دادا۔ یعنی اس مرحومہ کے ہونے سے میں جانتا تھا کہ یہ نو آدمی زندہ ہیں اور اس کے مرنے سے جانا کہ یہ نو آدمی ایک بار مرگئے۔''

مرزا غالبؔ خط کا جواب لکھنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے اور کبھی کسی عزیز اور دوست کو جواب سے محروم نہ رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا غالب کے خطوط کئی جلدوں میں چھپ چکے ہیں اور آج بھی ان کی مانگ اور طلب اسی قدر ہے جتنی ان کے اپنے دَور میں تھی۔

مشق

1۔ ہر سوال کے درست جواب کے شروع میں '' ✔ '' کا نشان لگائیں۔

(i) خط کو کہا جاتا ہے۔

(ا) ایک چوتھائی ملاقات (ب) نصف ملاقات (ج) پون ملاقات (د) پوری ملاقات۔

(ii) خط کتابت کا رواج کم ہونے کا سبب ہے۔

(ا) کاغذ کی قلت (ب) لفافے کا مہنگا ہونا (ج) لوگوں کا ان پڑھ ہونا (د) فون کی سہولت

(iii) مکتوب نگاری تقاضا ہے۔

(ا) معاشرتی ضروریات کا (ب) روحانی ضروریات کا (ج) معاشی ضروریات کا

(د) اخلاقی ضروریات کا

2۔ کالم الف میں دیے گئے الفاظ کے متضاد کالم 'ب' میں بے ترتیبی سے دیے گئے ہیں۔ آپ ہر لفظ کو اس کے درست متضاد کے ساتھ ملائیں۔

الف	ب
خارج	غم
بے کیف	غائب
دُکھ	داخل
خوشی	سُکھ
حاضر	پُر کیف

3۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیں۔

(i) خطوط نگاری کے دو فائدے بیان کریں۔

(ii) اس سبق میں جن مکتوب نگاروں کے نام آئے ہیں، ان میں سے چار کے نام لکھیں۔

(iii) مرزا غالب کے ایک دوست نے 1857ء میں لکھے گئے خط کا جواب 1858ء میں دیا، اس کی کیا وجہ تھی؟

4۔ آپ نے اس سبق میں غالب کے بعض خطوط کے اقتباسات پڑھے۔ آپ کو ان میں سے کون سا خط پسند آیا؟ پسندیدگی کی وجہ بھی لکھیں۔

5۔ مرزا غالب نے اپنے ایک خط میں برسات کی شدت کا حال بڑے دل چسپ انداز میں لکھا ہے۔ آپ اپنے دوست کے نام خط میں گرمی کی شدت کا ذکر کریں۔

6۔ واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیں۔

جُز۔ خطوط۔ حالات۔ ضروریات۔ دَور۔ عزیز۔ روابط۔ القاب۔

7۔ پُرلطف میں 'پُر' سابقہ ہے۔ اس کی مدد سے مزید تین الفاظ بنائیں۔

برائے اساتذہ:

بچوں کو لفافے پر مکتوب الیہ کا پتا لکھنے کا طریقہ بتائیں اور طلبہ و طالبات سے اپنی موجودگی میں اس کی مشق کروائیں۔ بچوں کو رٹے رٹائے خطوط سے نجات دلانے کے لیے انھیں تخلیقی موضوعات پر خط لکھنے کو کہا جائے۔ مثال کے طور پر بچوں سے کہا جائے کہ پیارے بچو، آپ نے بچوں کے رسالے میں قلمی دوستی کے عنوان کے تحت مختلف بچوں کے نام اور مشاغل پڑھے ہیں۔ آپ کسی بچے کو قلمی دوست بنانا چاہتے ہیں۔ ایک خط لکھ کر اپنا تعارف کرائیں۔

صُلحِ عظیم

اسلام امن پسند اور صلح جو دین ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ امن کو جنگ پر اور صلح کو لڑائی پر ترجیح دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں کفار اور یہودیوں سے امن کے کئی ایک معاہدے کیے اور ہمیشہ ان معاہدوں کی شرائط کی پابندی فرمائی۔ البتہ جب مُخالف نے کسی معاہدہ کو توڑا یا کسی شرط کی خلاف ورزی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے جنگ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتار اور کردار سے ثابت ہے کہ تاریخ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر شفیق، مہربان اور صلح پسند انسان نہیں دیکھا۔

یوں تو اسلامی تاریخ صلح کے کئی ایک واقعات اور امن دوستی کے اَن گِنت معاہدوں سے بھرپور ہے لیکن صلح حدیبیہ اپنی نظیر آپ ہے۔ صلح حدیبیہ کی عظمت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس صلح کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے ''سورۃ الفتح'' نازل فرمائی۔ جس کی پہلی آیتِ کریمہ میں فرمایا گیا کہ اے نبی ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کی ہے۔ اس صلح پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مبارک باد پیش کی۔ صلح حدیبیہ 6 ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریشِ مکہ کے درمیان ہوئی۔ اس صلح نے سرزمینِ عرب کو خون ریزی سے بچالیا۔ اس صلح کی شرائط سے بظاہر یوں معلوم ہوتا تھا کہ مسلمانوں نے کفارِ مکہ سے دب کر صلح کی ہے اور یہ شرائط مسلمانوں کے مفاد میں نہیں ہیں لیکن حقیقت میں وہی شرائط مسلمانوں کی قوّت اور فتح کا باعث بنیں۔ وہ صحابہ کرامؓ جو ابتدا میں اس صلح نامے سے غمگین نظر آتے تھے وہی اس کی افادیت کے گُن گانے لگے۔

صلح حدیبیہ کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا

کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم صحابہ کرامؓ کی جماعت کے ساتھ طواف اور عمرہ کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا تو صحابہؓ کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ چنانچہ چودہ پندرہ سو صحابہ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ تھے۔ سب نے احرام باندھا۔ جانور ساتھ لیے ان کے گلوں میں قربانی کی نشانی کے طور پر قلادے ڈالے اور سفر پر روانہ ہو گئے۔ چونکہ مقصد عمرہ تھا اس لیے جنگی ہتھیار ساتھ نہ لیے۔ صرف ایک ایک تلوار اٹھائی اور اُسے بھی نیام میں بند رکھا۔

اسی اثنا میں قریشِ مکّہ کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سفر کی اطلاع مل گئی۔ کفار نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کو کسی قیمت پر حرم میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قافلہ حدیبیہ کے مقام پر پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اونٹنی قصویٰ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہیں بیٹھ گئی۔ تمام مسلمانوں نے اُسی جگہ ڈیرے ڈال دِیے۔ یہاں پانی کی قلت تھی۔ سب کنویں خشک ہو چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک کنویں میں اپنا تیر رکھوا دیا۔ تیر رکھتے ہی اللہ کے حکم سے وہاں سے پانی کا چشمہ ابلنے لگا اور پانی کی قلت دور ہو گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو وہاں مقیم پا کر پہلے مکہ مکرمہ کے اردگرد رہنے والے قبائل کے سردار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر اہل مکّہ نے ایک نمائندہ ابن علقمہ آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ بعد میں انھوں نے اپنے ایک اور سفیر عروہ بن مسعود ثقفی کو مزید تفتیش کے لیے بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سب سے یہی کہا کہ ہم جنگ کرنے نہیں آئے۔ عمرے کا ارداہ ہے۔ انھیں قربانی کے جانور بھی دکھائے۔ ان لوگوں نے واپس آ کر قریشِ مکہ سے کہ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور ان کے ساتھیوں کو عمرے سے نہ روکا جائے اور ان کے ساتھ جنگ سے باز رہا جائے۔ قریشِ مکّہ ہر حال میں مسلمانوں کی فوری واپسی چاہتے تھے خواہ اس کے لیے طاقت ہی کیوں نہ استعمال کرنا پڑے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کسی صورت میں بھی جنگ نہیں چاہتے تھے۔ مکہ کے چند جنگ جُو نوجوانوں نے دو تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اِشتعال بھی دلوایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم چاہتے تھے کہ کسی طرح مذاکرات کے ذریعے سے یہ مسئلہ حل ہو جائے اور مسلمان عمرہ کر لیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

نے صحابہ کرام کے مشورے سے حضرت عثمانؓ کو اپنا سفیر بنا کر اہلِ مکہ کے پاس روانہ کیا۔ جب حضرت عثمانؓ نے قریشی سرداروں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا پیغام پہنچایا تو انھوں نے مسلمانوں کو عمرے کی اجازت دینے سے صاف انکار کرتے ہوئے یہ کہا کہ اس سال آپ واپس چلے جائیں البتہ اگلے سال آپ کو عمرے کی اجازت دینے کے بارے میں سوچیں گے۔

اسی اثنا میں کسی سازشی شخص نے حدیبیہ میں یہ افواہ پھیلا دی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس خبر کے ملتے ہی مسلمان مُشتَعِل ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بھی بہت مغموم ہوئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اعلان فرما دیا کہ جب تک ہم حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ نہ لے لیں حدیبیہ سے واپس نہیں جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے اور ہر صحابی نے فرداً فرداً آپ کے دستِ مبارک پر اپنا ہاتھ رکھ کر یہ وعدہ کیا کہ وہ ہر حالت میں حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لے گا۔

دُنیا نے ایسا رُوح پرَور منظر پہلے کبھی نہ دیکھا ہو گا کہ پندرہ سو افراد کی ایک جَماعت اپنا تن من قربان کرنے کے لیے حلف اٹھا رہی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بیعت پر اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا اور قرآن کریم میں ان صحابہ کی تعریف کی جنھوں نے درخت کے نیچے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس بیعت کو بیعتِ رضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

کفارِ مکہ کو جب اس بیعت کی خبر ملی تو گھبرائے۔ مسلمانوں کا عزم دیکھ کر ان کے حوصلے پست ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ صلح پر آمادگی کا اظہار کیا۔ انھوں نے سُہَیل بن عَمْرو کو اپنا نمائندہ بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس بھیجا۔ سہیل نے آغازِ گفتگو ہی میں مطالبہ کیا کہ اس سال آپ واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آ کر عمرہ ادا کریں۔ ہم تین روز کے لیے مکہ مکرمہ خالی کر دیں گے تا کہ آپ سکون سے عبادت کر سکیں۔ اگر ہم نے اس سال آپ کو عمرہ کی اجازت دے دی تو اس سے ہماری بڑی رسوائی اور تذلیل ہو گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امن اور صلح کی خاطر سُہَیل کی اس تجویز سے اتِّفاق فرما لیا اور معاہدہ لکھنے کی اجازت دی۔ حضرت علیؓ کو معاہدہ تحریر کرنے کی ذمّہ داری سونپی گئی۔ تحریر پر

پہلا جھگڑا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر ہوا۔ سہیل نے کہا کہ ہم رحمٰن اور رحیم کو نہیں جانتے اس لیے صرف باسمک لکھا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا مطالبہ مان لیا۔ دوسرا اعتراض اس نے اس وقت کیا جب حضرت علیؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامِ نامی کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ لکھا۔ سہیل نے کہا کہ اصل جھگڑا تو یہی ہے کہ ہم انھیں رسول اللہ نہیں مانتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی یہ بات بھی مان لی اور حضرت علیؓ کو رسول اللہ کا لفظ کاٹنے کو کہا۔ حضرت علیؓ نے محبت اور احترام کے پیشِ نظر اس لفظ کو کاٹنے سے مَعذرَت کی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے دستِ مُبارَک سے اسے کاٹ دیا اور حضرت علیؓ سے فرمایا کہ یہاں محمد ابن عبد اللہ لکھا جائے۔ بعد میں معاہدہ تحریر ہوا۔ جس کا متن حسب ذیل ہے:-

(ترجمہ) ''اے اللہ تیرے نام سے! یہ وہ معاہدہ طے ہوا جس پر محمد بن عبد اللہ اور سُہَیل بن عَمرو نے صلح کی ہے۔ انھوں نے اس بات پر صلح کی ہے کہ دس سال تک فریقین میں جنگ نہیں ہوگی۔ لوگ امن سے رہیں گے اور کوئی کسی پر دست درازی نہیں کرے گا۔ کوئی چوری یا خیانت نہیں کرے گا۔ ہم ایک دوسرے کے راز اِفشا نہیں کریں گے۔ جس قبیلے کی مرضی ہو وہ محمد کے ساتھ معاہدہ کرے۔ مکہ والوں میں سے جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر محمد کے پاس جائے گا اسے مسلمان واپس کر دیں گے اور اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی قریش کے پاس آئے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔ مسلمان مکّے میں صرف تین روز قیام کریں گے۔ تلوار کے علاوہ ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہوگا اور تلواریں بھی نیام میں ہوں گی۔''

بہ ظاہر معاہدے کی ان شرائط سے مسلمانوں کی کمزوری اور کافروں کی فوقیت کا اظہار ہوتا تھا۔ چنانچہ بعض صحابہ اس معاہدے سے خوش نہ تھے۔ البتہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نگاہ میں ان کے فوائد تھے۔ اس معاہدہ کی حکمت اور فوائد مسلمانوں پر جلد ہی ظاہر ہونا شروع ہوگئے۔ وہ بے فکر ہوکر اسلام کی تبلیغ کرتے رہے جس کے نتیجے میں عرب قبائل کی کثیر تعداد نے اسلام قبول کر کے ان کی قوت میں اضافہ کیا اور فتحِ مکّہ کی راہ ہموار ہوگئی۔

حدیبیہ سے واپسی پر راستے ہی میں آپ پر سورۃ نازل ہوئی جس میں اس صلح کو ''فتحِ مبین'' قرار دیا گیا اور مسلمانوں کو فتحِ مکّہ کی بشارت دی گئی تھی۔ صلح حدیبیہ کے معاہدے کے مطابق اگلے

برس آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ عمرہ ادا کیا۔ اسی عمرے کے صرف ایک برس بعد کسی بڑی مزاحمت کے بغیر مکہ مکرمہ فتح ہوگیا اور یوں اس صلح کے صرف دو برس کے اندر اندر مسلمانوں کی طاقت عرب میں مستحکم ہوگئی۔

مشق

1۔ مندرجہ ذیل محاورات کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

باز رہنا۔ حوصلہ پست ہونا۔ اِفشا کرنا، اشتعال دلانا۔

2۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب لکھیں۔

i۔ صلح حدیبیہ کو قرآنِ مجید میں فتحِ مبین کیوں کہا گیا ہے؟

ii۔ حدیبیہ کے مقام پر بیعت لینے کی نوبت کیوں آئی؟

iii۔ اس بیعت کو بیعتِ رضوان کیوں کہا گیا؟

iv۔ اللہ تعالیٰ بیعت لینے والوں سے راضی کیوں ہوا؟

v۔ بیعتِ رضوان کا اہل مکہ پر کیا اثر پڑا؟

برائے اساتذہ:

استادِ گرامی بچوں کو قرآنِ مجید کی سورۃ الفتح کا تعارف کرائیں اور ان آیات کا ترجمہ سنائیں جن میں اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین قرار دیا اور درخت کے نیچے بیعت کرنے والے صحابہؓ پر خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے۔

معاہدہ حدیبیہ کی شرائط زبانی یاد کروائیں۔

بابائے اُردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق

اگر کوئی مجھ سے یہ پوچھے کہ کسی ایسے شخص کا نام بتاؤ جس نے پاک و ہند میں اُردو زبان کی سب سے بڑھ چڑھ کر خدمت کی ہو تو میں بلا تکلّف مولوی عبدالحق کا نام لوں گا۔ مولوی عبدالحق نے بلاشبہ اپنا لڑکپن، جوانی اور بڑھاپا اُردو زبان کی ترقی پر قربان کر دیا تھا۔

مولوی عبدالحق 20 اپریل 1870ء کو ہاپوڑ ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے اور 16 اگست 1961ء کو کراچی میں ان کا انتقال ہوا۔ انھوں نے ساری عمر اُردو کی خدمت میں کھپا دی۔ انجمنِ ترقیٔ اردو کا نام تو آپ نے سنا ہوگا، اس کے بانی مولوی عبدالحق صاحب ہی تھے۔ اس انجمن کا قیام تو علی گڑھ ہی میں عمل میں آیا تھا لیکن اس کی ترقی مولوی عبدالحق کی سرپرستی میں اورنگ آباد، دِلّی اور پھر کراچی میں ہوئی۔

مولوی عبدالحق نے ابتدائی تعلیم اپنے ننھیال کے قصبے میں پائی۔ مڈل تک کی تعلیم انھوں نے مشن ہائی سکول گوجرانوالا میں حاصل کی اور ہائی سکول اور یونی ورسٹی کی تعلیم کے لیے وہ علی گڑھ چلے گئے۔ جب علی گڑھ یونی ورسٹی سے آپ نے بی۔ اے پاس کر لیا تو آپ کو حیدر آباد دکن میں آصفیہ ہائی سکول کا ہیڈ ماسٹر بنا دیا گیا۔ ہیڈ ماسٹر سے ترقی کرتے کرتے وہ محکمہ تعلیم کے ڈائریکٹر ہو گئے اور یوں وہ حیدر آباد سے منتقل ہو کر اورنگ آباد چلے گئے۔ یہاں انھوں نے تعلیمی درس گاہوں کے نظم و نسق کو اس کامیابی سے چلایا کہ انھیں صدر مہتمم تعلیمات کے عہدہ پر ترقی دے دی گئی۔ یہاں بھی آپ نے اپنی تعلیمی اور انتظامی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا اور اپنی قابلیت کا سکّہ ہر جگہ سے منوایا۔ انھوں نے اپنے حلقے کے تمام مدارس کے دَورے کیے۔ مدارس کے انتظام کو سُدھارا اور طریقۂ تدریس میں جِدّتیں پیدا کیں۔

ابھی وہ اورنگ آباد میں تھے کہ 1911ء میں انھیں انجمنِ ترقیٔ اُردو کا مُعتمَد مقرر کر دیا گیا۔

اس وقت انجمن کا دفتر علی گڑھ میں تھا اور اس کی کُل کائنات ایک صندوق تھی۔ آپ نے اس کا دفتر اورنگ آباد میں مُنتقل کر لیا اور دن رات اس کو ترقی دینے میں مصروف ہو گئے۔ انھوں نے سب سے پہلے اس انجمن کی رکن سازی کی مہم شروع کی۔ رکنیت کی فیس پانچ سو روپے مقرر کی اور سرپرستی کی فیس ایک ہزار رکھی۔ اس طرح انجمن کے لیے سرمایہ اکٹھا کرنے میں بہت سہولت ہوئی اور صرف دو سال کے عرصے میں انجمن کا سرمایہ ساٹھ ہزار تک جا پہنچا، جو اس زمانے میں ایک بہت بڑی رقم تھی۔

صدر مہتمم تعلیمات اور معتمد انجمنِ ترقئ اردو کی ذِمہ داریاں کیا کم تھیں کہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد میں دارُالتّرجُمہ کے ادارے کی صدارت کے لیے بھی جامعہ کو مولوی عبدالحق صاحب سے بہتر کوئی آدمی نہ مل سکا۔ مولوی صاحب نے ان نئی ذِمہ داریوں کو قبول کرنے سے بہت مَعذِرَت کی لیکن جامعہ کے چانسلر نے ان کی ایک نہ سنی۔ آخر مولوی صاحب نے یہ نیا عہدہ اس شرط پر قبول کر لیا کہ وہ مہینے میں دس دن اورنگ آباد میں رہیں گے اور بیس دن حیدر آباد میں کام کریں گے۔

محنت مولوی صاحب کی گُھٹی میں پڑی تھی۔ چنانچہ دارالترجمہ کا کام بھی جاں فشانی سے کرنے لگے۔ ایک طرف اعلیٰ کتابوں کا اردو میں ترجمہ کراتے، انھیں دیکھتے، درست کرتے اور شائع کرواتے اور دوسری طرف درسی کتابوں کی تیاری میں مُنہمِک رہتے۔

1923 ء میں اورنگ آباد کے ہائی سکول کا درجہ کالج تک بڑھا دیا گیا اور مولوی عبدالحق صاحب کو اس کالج کا پہلا پرنسپل لگا دیا گیا۔ اس زمانے میں بھی انھوں نے بہت محنت کی۔ تعلیمی معیار کو بلند کیا۔ مشاعرے اور ڈرامے کروائے اور سالانہ کالج ڈے مناتے رہے۔ آخر **1929** ء میں وہ یہاں سے بھی ریٹائر ہو گئے اور پھر انھوں نے اپنا تمام تر وقت انجمنِ ترقئ اُردُو کے لیے وقف کر دیا۔ اردو زبان کا استعمال عام کرنے میں اس قدر مگن ہوئے کہ ان کی بے لوث خدمات سے متاثر ہو کر اہلِ علم نے **1935** ء میں انھیں ''بابائے اردو'' کا خطاب دے دیا۔

بابائے اردو نے ایک طرف تو اردو کو سرکاری حلقوں میں رُوشناس کرانے کا بیڑا اٹھایا اور اسے سکول اور کالج کی سطح سے بلند کر کے قومی زبان بنانے کی جدوجہد شروع کی اور دوسری طرف اردو میں تخلیقی کارناموں سے اس کی گود کو مالا مال کرنا شروع کیا۔ آپ نے اردو کی کئی کتابیں تیار

کیں۔ کئی پرانی کتابوں کو گم نامی سے نکال کران پر دیباچے، مقدمے اور تعارفی مقالات لکھے۔ آپ نے اس زمانے میں جامعہ عثمانیہ میں اردو کے پروفیسر کا عہدہ بھی قبول کیا۔ یہاں سے بھی انھوں نے اردو کو اس کا صحیح مقام دلانے کی جدوجہد جاری رکھی۔

اتفاق سے اس دور میں جب مولوی عبدالحق صاحب اردو کا علَم بلند کر رہے تھے، ہندوستان کے سیاسی حالات نے کروٹ لی۔ اکثر صوبوں میں ہندو راج قائم ہوا اور ان صوبوں میں ہندوؤں نے مذہبی تعصُّب کی بنا پر اُردو زبان کی مخالفت شروع کر دی۔ اس تحریک میں بڑے بڑے ہندو لیڈر بھی شریک ہو گئے۔ چنانچہ مہاتما گاندھی جیسے شخص نے مولوی عبدالحق صاحب کے خط کے جواب میں اردو کی حمایت کرنے سے صاف جواب دے دیا اور کہا کہ اُردو تو مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے۔ قرآنی حروف میں لکھی جاتی ہے۔ مسلمان بادشاہوں کے ہاتھوں یہ پروان چڑھی۔ یہ ہندوستان کی قومی زبان کیسے ہو سکتی ہے اور میں اس کی حمایت کیسے کر سکتا ہوں؟

جوں جوں ہندوستان میں اردو کی مخالفت بڑھتی گئی توں توں مولوی عبدالحق کی غیرت جوش میں آتی گئی۔ انھوں نے محسوس کیا کہ جنوبی ہند میں بیٹھ کر اُردو کی جنگ لڑنا مشکل ہے اس لیے انھوں نے انجمن کا صدر دفتر اورنگ آباد سے دِلّی لے جانے کا فیصلہ کر لیا تا کہ ہندوستان کے صدر مقام میں بیٹھ کر مہاتما گاندھی کی حکمتِ عملی اور کانگریسی رہنماؤں کی مخالفت کا مقابلہ کیا جا سکے۔

دِلّی کا دَور انجمن کی ترقی کے سلسلے میں ایک روشن باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ مولوی صاحب نے **1939**ء میں ایک پندرہ روزہ رسالہ ''ہماری زبان'' کے نام سے شائع کیا۔ ''فرہنگِ اصطلاحاتِ پیشہ وراں'' مرتب کی۔ انگریزی اردو ڈکشنری کا ڈول ڈالا۔ **1941**ء میں ماہانہ رسالہ ''معاشیات'' شروع کیا۔ قابلِ قدر تحقیقی کتابیں شائع کیں۔ دہلی کے قیام کے زمانے میں قریباً ڈیڑھ سو کتابیں شائع ہوئیں اور یوں انجمن کی مطبوعات کی کُل تعداد ڈھائی سو تک جا پہنچی۔

تقسیمِ ہند تک جس قدر شان دار کام اُردو کی ترقی کے سلسلے میں ہوا تھا ملک کے تقسیم ہوتے ہی رُک گیا۔ مولوی عبدالحق صاحب کی خواہش تھی کہ انجمن کا دفتر ہندوستان ہی میں رہے اور پھلے پھولے لیکن اُردو کے دشمنوں کو یہ کب گوارا تھا۔ چنانچہ سرکاری سطح پر اس کی مخالفت شروع ہو گئی۔

انجمن کے دفتر کو تہس نہس کر دیا گیا۔ کتابیں لُوٹ لی گئیں ۔ فرنیچر جلا دیا گیا۔ مولوی صاحب کا ذاتی سامان بھی اس لوٹ مار سے محفوظ نہ رہا۔ چنانچہ مولوی صاحب ہندوستان سے پاکستان ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے اور انھوں نے انجمن کا دفتر کراچی میں منتقل کر لیا۔ بعد میں مولوی صاحب نے انجمن کے لیے ایک وسیع عمارت الاٹ کرالی ، دس ہزار کتابوں کے ذخیرے سے لائبریری کی بنیاد رکھی ، اس میں علم و ادب کی نایاب کتابیں جمع کیں ۔ اردو کالج قائم کیا اور اردو یونی ورسٹی کے قیام کی مہم چلائی ۔ ان کے اس خواب کو ان کی وفات کے بیالیس سال بعد تعبیر ملی ۔ اس یونی ورسٹی کا نام وفاقی اردو یونی ورسٹی ہے۔

مشق

1۔ صحیح جواب کے شروع میں ’’ ✔ ‘‘ کا نشان لگائیں۔

ا۔ مولوی عبدالحق کس کالج کے پرنسپل رہے؟ (جامعہ عثمانیہ حیدر آباد۔ اورنگ آباد کالج۔ جامعہ ملّیہ)

۲۔ انجمنِ ترقّیٔ اُردُو کا سب سے پہلا دفتر قائم ہوا۔ (دلّی میں۔ علی گڑھ میں۔ اورنگ آباد میں)

۳۔ مولوی عبدالحق کس یونیورسٹی میں اُردُو کے پروفیسر تھے؟ (جامعہ عثمانیہ۔ جامعہ ملّیہ۔ جامعہ پنجاب)

۴۔ مولوی عبدالحق نے کتنی عمر پائی؟ (اکہتر برس۔ اکاسی برس۔ اکانوے برس)

2۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے متضاد لکھیں۔

بلندی۔ ترقی۔ وسیع۔ مخالفت۔ زندہ باد۔

3۔ اس سبق میں حاسد کی جمع حاسدین استعمال ہوئی ہے۔ مندرجہ ذیل الفاظ کی ایسی ہی جمع بنائیں۔

حاضر۔ فاضل۔ ناظر۔ شاہد۔ ماہر۔ حاکم۔

4۔ مندرجہ ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

عہدہ برا ہونا۔ گھٹی میں پڑنا۔ وقف کرنا۔ ایک نہ سننا۔ سکّہ منوانا۔

5 - (i) میرے ابو بازار سے آم، انار، انگور اور سیب لائے۔

(ii) پاکستان کو محبِ وطن، فرض شناس اور محنتی افراد کی ضرورت ہے۔

(iii) خدیجہ سکول سے گھر آئی، کپڑے بدلے، کھانا کھایا اور سو گئی۔

(iv) اچانک آسمان پر بادل چھا گئے، ٹھنڈی ہوائیں چلیں، تھوڑی دیر بادل برسا اور مطلع صاف ہو گیا۔

پہلے دو جملوں میں ایک اسم کو دوسرے اسم سے الگ کرنے کے لیے علامت '' ، '' استعمال کی گئی ہے۔ آخری دونوں جملے لمبے ہیں۔ ان کے چھوٹے چھوٹے حصوں کے درمیان بھی علامت (،) استعمال ہوئی ہے۔ اس علامت کو اردو میں سکتہ اور انگریزی میں **comma** کہتے ہیں۔ آپ اس سبق سے ایسے جملے تلاش کریں جن میں سکتے کی علامت استعمال ہوئی ہو۔

برائے اساتذہ :

اس سبق میں جن شہروں کا ذکر آیا ہے۔ استادِ گرامی پاک و ہند کے نقشے کی مدد سے ان شہروں کی نشان دہی کریں اور مختصر تعارف کروائیں۔ حیدر آباد (دکن)۔ اورنگ آباد۔ دِلّی۔ کراچی۔ علی گڑھ۔ مری۔ گوجرانوالا۔

جدید آدمی نامہ

مونچھیں بڑھا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
ڈاڑھی منڈا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
مرغے جو کھا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
دَلیا پکا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

ٹکڑے چبا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
اور لنچ اڑا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

رشوت کے نوٹ جس نے لیے وہ بھی آدمی
دو روز جس نے فاقے کیے وہ بھی آدمی
جو آدمی کا خون پیے وہ بھی آدمی
جو پی کے غم کا زہر جیے وہ بھی آدمی

آنسو بہا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
اور مسکرا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

لٹھے کے تھان جس نے چھپائے سو آدمی
پھرتا ہے چیتھڑے جو لگائے سو آدمی
بیٹھا ہُوا ہے غلّہ دبائے سو آدمی
راشن نہ کارڈ پر بھی جو پائے سو آدمی

صدمے اٹھا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
دھومیں مچا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

(مجید لاہوری)

مشق

1۔ کالموں کے الفاظ کی مدد سے درست مصرع ترتیب دیں۔

کالم الف	کالم ب	کالم ج
رشوت	اٹھا رہا ہے	وہ بھی آدمی
ٹکڑے	جس نے فاقے کیے	سو ہے وہ بھی آدمی
صدمے	پکارا رہا ہے	سو ہے وہ بھی آدمی
دلیا	کے نوٹ جس نے لیے	وہ بھی آدمی
دو روز	چبا رہا ہے	سو ہے وہ بھی آدمی

2۔ آپ کو اس نظم کا کون سا بند پسند ہے؟ پسندیدگی کی وجہ بھی بیان کریں۔

3۔ آپ کسی اور شاعر کی مزاحیہ نظم تلاش کریں اور اپنی کاپیوں پر لکھیں۔

4۔ دوسرے بند میں آدمی کا خون پینے اور غم کا زہر پینے کا ذکر ہوا ہے۔ آپ اس کی وضاحت کریں۔

5۔ اس نظم کا خلاصہ لکھیں۔

یومِ دِفاع

قوموں کی زندگی میں اِمتحان اور اِنقلاب آتے ہی رہتے ہیں۔ زِندہ قومیں ان آزمائشوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتی ہیں۔ آزمائش کی کڑی دھوپ میں تپنے کے بعد قومیں کندن بن کر نکلتی ہیں۔ ایسے ہی ایک امتحان سے ہماری قوم کو چھے ستمبر 1965ء کو گزرنا پڑا۔

14 اگست 1947ء کو پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ ہندو سیاست دانوں اور ہندو قوم نے قیامِ پاکستان کو تسلیم تو کر لیا لیکن ہر ممکن کوشش کی کہ اس نوزائیدہ مملکت کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا موقع نہ ملے۔ ہمارے خلاف سازشوں کے جال بُنے جانے لگے۔ کبھی نہری پانی روک دیا گیا تو کبھی مُسلِم ریاستوں حیدر آباد، مناور اور جونا گڑھ پر یلغار کر دی گئی۔ تقسیم میں ہمارے حصے کا اَسلحہ اور پیسا بھی پورا نہ دیا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ پاکستان کی معیشت پر اس قدر بوجھ پڑ جائے کہ یہ منہ کے بل گرِ پڑے لیکن ''جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے'' کے مِصداق اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو ہر آزمائش میں پورا اترنے کی توفیق دی۔

سب سے بڑی سازش کشمیر پر غاصِبانہ قبضہ تھا۔ مسلم اکثریت کی حامل اس ریاست پر مکر و فریب کا ہر حربہ استعمال کر کے بھی جب بھارت کو ناکامی ہوئی تو ملک گیری کی ہوَس اسے لاہور کی سرحدوں تک لے آئی۔ دشمن نے بین الاقوامی سرحدوں کے تقدُّس کو پامال کرتے ہوئے اور اعلانِ جنگ کیے بغیر پاکستان پر پانچ اور چھے ستمبر کی درمیانی رات حملہ کر دیا۔ دشمن کا خیال تھا کہ اہلِ پاکستان سوئے ہوئے ہوں گے اور وہ آسانی سے اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب ہو جائے گا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ

ہم زندہ قوم ہیں، پائندہ قوم ہیں

قوم سے خطاب کرتے ہوئے فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے 6 ستمبر 1965ء کو ٹھیک بارہ بجے دن فرمایا:

''ہندوستانی حکمرانوں کو ابھی تک اس بات کا احساس نہیں ہے کہ انھوں نے کس قوم کو للکارا ہے۔ اس قوم کے دس کروڑ باشندے، جن کے دلوں میں لا اِلٰہَ اِلاَّ اللہ محمدٌ رَّسول اللہ کی صدائیں گونج رہی ہیں، اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ دشمن کی توپوں کو ہمیشہ کے لیے خاموش نہ کر دیں۔ پاکستان کے عوام پورے اِعْتماد کے ساتھ اور اپنے مقصد کی سچائی پر یقین رکھتے ہوئے فردِ واحد کی طرح متحد ہو کر لڑیں گے اور اللہ پر بھروسا رکھیں گے جس نے اپنے بندوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ حق کی فتح ہوگی۔''

ہمارے دشمن نے اپنی فوج کی زیادہ تعداد اور اسلحے پر جب کہ ہم نے تائیدِ الٰہی اور نصرتِ خداوندی کے ساتھ ساتھ اپنے جذبۂ جہاد پر بھروسا کیا۔ نتیجہ وہی نکلا جو تاریخ کے ہر دَور میں حق و باطل کے ہر مَعْرِکے کا نکلتا رہا ہے۔ دشمن نے کئی ایک محاذ کھول دیے۔ خصوصاً سیالکوٹ چونڈہ سیکٹر پر وہ معرِکۂ کارزار گرم ہوا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ جنگِ عظیم دوم کے بعد یہاں ٹینکوں کی سب سے بڑی لڑائی ہوئی۔ دشمن نے چھے سو ٹینکوں کے ''کالے ہاتھی'' کو اس محاذ میں جھونک دیا، اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہمارے شیر دل مجاہدین نے چونڈہ محاذ کو دشمن کے ٹینکوں کا قبرستان بنا دیا۔ فرزندانِ شہرِ اقبال نے عزم وشجاعت کی نئی تاریخ لکھی۔ وہ اپنے جسموں سے بارُود باندھ کر دشمن کے ٹینکوں کے آگے لیٹ کر اُنھیں تباہ کر دیتے اور شہید ہو کر حیاتِ ابدی حاصل کرتے۔

بھارتی فوجیوں نے پُر امن اور بے گناہ پاکستانی شہریوں پر اندھا دھند بمباری کی۔ بے تحاشا آگ برسائی گئی۔ ''آکاش وانی'' اور بی بی سی لندن سے لاہور پر بھارتی قبضے کی خبریں اڑائی گئیں لیکن پاکستان دنیا میں ایک جرّی، غَیُور اور بہادُر ملک کے طور پر مُتعارف ہوا۔ سچ تو یہ ہے کہ 6 ستمبر سے 23 ستمبر 1965ء تک جاری رہنے والی اس سترہ روزہ جنگ میں پاک فضائیہ، برّی فوج، بحریہ اور پاکستانی قوم کو اپنی طاقت وصلاحیت کا احساس ہوا اور یہ ارضِ پاک نہ صرف قائم ودائم رہی بلکہ اس نے دشمن کی قوت پر اتنی کاری ضرب لگائی کہ وہ اقوامِ متحدہ میں جنگ بندی کی امان طلب کرنے لگا۔

اس جنگ کے کئی روشن پہلو ہیں۔ ان سترہ دنوں میں عوام میں بیداری پیدا ہوئی۔ چوری چکاری، لُوٹ مار، رشوت ستانی، راہ زنی اور دیگر سماجی برائیاں سرے سے مٹ گئیں۔ لوگوں نے مُہاجرین کے دکھ بانٹے، انھیں ہر ممکن مدد مہیا کی۔ پناہ گاہیں مہیا کیں۔ بلڈ بنک میں خون کا عطیہ دینے والوں کا ہجوم ہوتا تھا۔ دفاعی فنڈ میں عوام نے دل کھول کر چندہ دیا۔ خاندانی عداوتیں محبتوں میں بدل گئیں۔ غرض یہ کہ 1947ء والا جذبہ پھر سے زندہ ہوگیا۔ افراد کو قومی مزاج مل گیا۔

ہماری مُٹھی بھر فوج نے دشمن کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔ ہمارے مجاہد فوجیوں نے جان پر کھیل کر دشمن کو بے ہمت کر دیا۔ دشمن گھبرا گیا اور پریشانی کے عالم میں مورچے، آبادیاں، سامان اور علاقے خالی چھوڑ کر پسپا ہوتا رہا۔

سترہ روز کے بعد پاکستان نے دشمن کے سولہ سو مربع میل علاقے پر قبضہ کرلیا تھا۔ ہمارے غازیوں اور شہیدوں نے بدروحنین کی تاریخ دہرائی۔

میجر راجا عزیز بھٹی واہگہ اٹاری محاذ پر چھے روز دشمن پر نظریں جمائے دشمن کے ٹینکوں، توپوں اور 'سینا' کے پَرَ نچے اُڑواتا رہا۔ اسے کھانے کی فرصت تھی نہ آرام کی۔ اس کے سینئر افسر نے اسے کہا بھی کہ راجا صاحب! آپ تھک گئے ہیں۔ آپ کی جگہ کسی دوسرے فوجی افسر کو متعین کیا جائے لیکن عزیز بھٹی شہید کی خاکِ وطن سے محبت نے افسر کو قائل کرلیا اور بالآخر اسی محاذ پر کندھے پر گولا لگنے سے قوم کے اس سپوت نے جامِ شہادت نوش کیا۔

تمھی سے اے مجاہدو! جہان کا ثبات ہے
شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

آپ 1965ء میں نشانِ حیدر کا اعزاز پانے والے واحد فوجی افسر ہیں۔ ویسے تمغۂ شجاعت، ستارۂ جرأت، ہلالِ جرأت کا اعزاز پانے والے کثیر فوجی افسر اور جوان ہیں۔ ہماری فضائیہ نے واقعی فضا میں حکومت کی۔ ہندوستانی ایئرفورس کے 117 طیارے تباہ کردیے گئے۔ فضاؤں میں ہمارے شاہینوں کا حکم چلتا تھا۔ پٹھان کوٹ، ہلواڑہ، جام پور اور دیگر ہوائی اڈے روزانہ پاکستانی طیاروں کے گولوں کا نشانہ بنتے۔ ایم۔ ایم۔ عالم نے اپنے سیبر طیارے سے بیک وقت چھے طیاروں کو نشانہ بنا کر نیا عالمی ریکارڈ قائم کردیا۔

بحریہ نے بھی اپنے ساحلوں اور سمندروں کو محفوظ رکھا اور 'دوارکا' کے قلعے کو تباہ کر کے دشمن کی کمر توڑ دی۔ چھے ستمبر 1965ء کو قوم نے جس جرأت مندانہ انداز میں وطن کا دفاع کیا، قوم ہر سال اس کی یاد مناتی ہے۔ اخبارات خصوصی ضمیمے شائع کرتے ہیں جب کہ ریڈیو اور ٹیلی وژن سے دفاعِ وطن کے حوالے سے خاص پروگرام پیش کیے جاتے ہیں۔

غرض یہ کہ چھے ستمبر اپنے وطن کی حفاظت کی یاد دلاتا ہے اور ہمیں تازہ ولولے سے سرشار کرتا ہے۔ اس روز ہم اپنے وطن کی حفاظت کا عہد کرتے ہیں اور اس کی سلامتی کی دعائیں مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مادرِ وطن کو قائم ودائم رکھے۔ (آمین)

مشق

1۔ درست جواب کے شروع میں دائرہ لگائیں۔

i۔ یومِ دفاع منایا جاتا ہے۔

(الف) 6 ستمبر کو (ب) 9 ستمبر کو (ج) 16 ستمبر کو (د) 19 ستمبر کو

ii۔ ٹینکوں کی زبردست لڑائی ہوئی۔

(ا) چھمب جوڑیاں سیکٹر میں (ب) واہگہ سیکٹر میں (ج) کھیم کرن سیکٹر میں (د) سیالکوٹ چونڈہ سیکٹر میں

iii۔ 1965ء کی جنگ جاری رہی۔

(الف) پندرہ دن (ب) سولہ دن (ج) سترہ دن (د) اٹھارہ دن

iv۔ ہماری فوج نے بھارت کا علاقہ قبضے میں لے لیا۔

(ا) چودہ سو مربع میل (ب) پندرہ سو مربع میل (ج) سولہ سو مربع میل (د) سترہ سو مربع میل۔

v۔ 1965ء کی جنگ میں نشانِ حیدر ملا۔

(ا) میجر طفیل محمد کو (ب) میجر راجا عزیز بھٹی کو (ج) میجر شبیر شریف کو (د) میجر محمد اکرم کو۔

(vi) ہندوستانی فضائیہ کے طیارے تباہ ہوئے۔

(الف) 107 (ب) 117 (ج) 127 (د) 137

2۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب دیں۔

ا۔ سیالکوٹ کے غیور نوجوانوں نے ٹینکوں کا حملہ کس طرح روکا؟

۲۔ بی بی سی لندن نے کیا افواہ اڑائی؟

۳۔ ستمبر 1965ء کی جنگ کے روشن پہلو کیا تھے؟

۴۔ ایم۔ایم۔عالم نے کیا ریکارڈ قائم کیا؟

۵۔ 1965ء کی جنگ میں بحریہ نے کیا کارنامہ انجام دیا؟

3۔ مندرجہ ذیل ترکیب ومحاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں۔کہ ان کے معنی واضح ہو جائیں۔

مردانہ وار۔ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا۔ خاک میں ملانا۔ دل کھول کر۔ جان پر کھیلنا۔ کمر توڑ دینا۔

4۔ اِعراب لگا کر تلفّظ واضح کریں۔

امتحان۔مقابلہ۔مملکت۔ تقدس۔معرکہ۔بہادر۔استقلال۔

5۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے متضاد لکھیں۔

زندگی۔زندہ۔دھوپ۔ دشمن۔ حق۔ فتح۔ شیر دل۔

6۔ مندرجہ ذیل واحد الفاظ کو جمع اور جمع کو واحد میں تبدیل کریں۔

انقلاب۔قوم۔ عزائم۔ فرد۔ شہید۔

7۔ جُملے درست کریں۔

وہ بدھ وار کے دن آئے گا۔

آپ کی خیریت نیک مطلوب چاہتا ہوں۔

برائے مہربانی مجھے ایک دن کی چھٹی عنایت فرمائیں۔

کیا آپ نے آج کی اخبار پڑھی ہے؟

نقل مارنا بُری بات ہے۔

میرے پیٹ میں درد ہو رہی ہے۔

سرخ سیاہی سے مت لکھیں۔

بچے کا ناک بہ رہا ہے۔

میں آپ کا تابع دار شاگرد ہوں۔

جھوٹ مارنے والوں کو خدا پسند نہیں کرتا۔

برائے اساتذہ:

بچوں کو جنگ ستمبر 1965ء کے واقعات سنائیں۔

تحریکِ آزادی میں خواتین کا کردار

''دنیا میں کوئی قوم اُس وقت تک ترقی نہیں کرسکتی جب تک اُس
قوم کے مَردوں کے ساتھ عورتیں بھی آگے نہ بڑھیں''
(فرمانِ قائدؒ)

1929ء میں ہندوستان میں خواتین کو پہلی بار ووٹ کا حق دیا گیا تو انھیں احساس ہوا کہ وہ بھی ملکی تعمیر وترقی میں اپنا سیاسی کردار ادا کرسکتی ہیں۔ اِس سلسلے میں قائداعظم محمد علی جناحؒ نے 1934ء میں مسلم خواتین سے اپیل کی کہ وہ جدّ وجہدِ آزادی میں شریک ہوجائیں۔ تعلیم یافتہ مسلم خواتین نے اُن کی آواز پر ''لبیک'' کہتے ہوئے سیاست میں دلچسپی لینی شروع کردی۔

1938ء میں جب پٹنہ میں مسلم لیگ کا اجلاس ہوا تو اِس میں پہلی بار عورتوں کی سب کمیٹی قائم ہوئی۔ تحریکِ آزادی میں ہندوستان کی جن مسلمان خواتین نے مَردوں کے شانہ بشانہ حصہ لیا ان میں ممبئی سے مس فاطمہ جناح، پنجاب سے بیگم وقار النسا نون، سندھ سے بیگم نصرت ہارون اور دہلی سے بیگم اقبال ملک اور بیگم نُورُالصّباح کے کام کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

اِسی طرح بیگم محمد علی، بیگم رعنا لیاقت علی، لیڈی عبدالقادر، بیگم نواب اسماعیل خاں، بیگم نواب صدیق علی خاں، بیگم ایم۔ ایم اصفہانی، بیگم جہاں آراشاہ نواز، بیگم سلمیٰ تصدّق حسین، شمیم جالندھری اور فاطمہ بیگم کے تحریکِ آزادی میں بھرپور کردار کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ یوں کہنا چاہیے کہ تحریکِ آزادی میں خواتین کے کردار کا ذکر کیے بغیر تحریکِ پاکستان کی تاریخ مکمل ہی نہیں ہوسکتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ:-

1۔ بیگم محمد علی کو مسلم لیگ کی مجلسِ عاملہ کی پہلی خاتون رکن بننے کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ نے لاہور میں ہونے والے 1940ء کے تاریخی اجلاس میں مسلم خواتین کی نمائندگی کی۔

2۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ نے اپنی زندگی مسلم لیگ اور تحریکِ پاکستان کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ آپ نے قائداعظمؒ کی ہدایات کے مطابق خواتین کی رہنمائی کی۔ آپ نے تعلیمی اداروں میں مسلم طالبات کی تنظیم کے لیے بڑا کام کیا۔ آپ نے تحریکِ آزادی میں مصروف اپنے عظیم بھائی کا بھرپور ساتھ دیا اور ہر طرح سے اُن کا خیال رکھا۔ پوری زندگی اپنی خدمات کے صِلے میں کوئی خِطاب یا عہدہ قبول نہ کیا۔ آپ کی بے لوث خدمات کے اعتراف میں قوم نے انھیں ''مادرِ ملت'' کا لقب دیا۔

3۔ بیگم جہاں آرا شاہ نواز اور بیگم سلمٰی تصدق حسین نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور مُقدّمات کا بڑی بہادری سے سامنا کیا۔

4۔ 1947ء میں خضر حکومت کے خلاف سِول نافرمانی کی تحریک شروع ہوئی تو مسلم لیگی خواتین نے احتجاجی جلسے اور جلوسوں میں شرکت کی۔ پولیس کی ہوائی فائرنگ اور آنسو گیس بھی اُن کے جذبۂ آزادی کو سرد نہ کر سکی۔

5۔ تحریکِ آزادی کے دوران میں مسلمان لڑکیوں نے تمام رکاوٹوں اور پابندیوں کو توڑتے ہوئے پنجاب سِول سیکرٹری ایٹ اور کیمپ جیل سے حکومتِ برطانیہ کا یونین جیک اُتار کر مسلم لیگ کا سبز ہلالی پرچم لہرا دیا۔

6۔ لیڈی ماؤنٹ بیٹن کی تمام ہمدردیاں کانگرس کے ساتھ تھیں۔ اُس نے اپریل 1947ء میں بیگم رعنا لیاقت علی خاں سے کہا کہ وہ مسلم خواتین کے اجلاس کا اہتمام کریں تاکہ وہ اُس میں شریک ہو کر انھیں حکومت کی پالیسیوں سے آگاہ کر سکیں لیکن مسلم خواتین نے لیڈی ماؤنٹ بیٹن کے ارادوں کو بھانپتے ہوئے اُس کی دعوت مسترد کر دی جس سے اُسے اندازہ ہو گیا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے الگ وطن کے مطالبے کو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔

7۔ 14 اگست 1947ء کو پاکستان عظیم ترین اسلامی مملکت کے طور پر دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا تو قریباً پندرہ ہزار خواتین ایک عظیم الشان جلوس کی صورت میں قائداعظمؒ کی رہائش گاہ پر گئیں جہاں اُنھوں نے تحریکِ آزادی کی کامیاب قیادت کرنے پر انھیں مبارک باد دی۔

8۔ قیامِ پاکستان کے بعد جب پاکستان کی پہلی قانون ساز اسمبلی کے لیے 72 ارکان منتخب ہوئے

تو قائداعظمؒ نے خواتین کے لیے بھی دو نشستیں مخصوص کر دیں جن پر بیگم جہاں آرا شاہ نواز اور بیگم شائستہ اکرام اللہ منتخب ہوئیں۔

9۔ جب اقوام متحدہ میں پاکستان کا پہلا وفد بھیجا گیا تو اِس وفد میں ایک خاتون بیگم سلمٰی تصدق حسین بحیثیت نمائندہ شامل تھیں۔

بابائے قوم خواتین کے تحریکِ پاکستان میں بھرپور کردار کے ہمیشہ مُعترف رہے اور چاہتے تھے کہ خواتین نے تحریکِ آزادی میں جس گرم جوشی سے حصہ لیا ہے اُسی طرح تعمیرِ پاکستان میں بھی اپنا کردار ادا کریں۔ چنانچہ 6 فروری 1948ء کو مسلم لیگ کے شعبۂ خواتین کے کراچی میں ہونے والے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"آپ کے پاس کامیابی کی کُنجی آپ کی آئندہ نسل ہے، اپنے بچوں کی اِس طرح تربیَت کیجیے کہ وہ پاکستان کے قابلِ فخر شہری اور موزوں سپاہی بن سکیں۔"

مشق

1۔ درست جواب پر "✔" کا نشان لگائیں۔

i۔ ہندوستان میں خواتین کو پہلی بار ووٹ دینے کا حق دیا گیا۔

(الف) 1919ء میں (ب) 1929ء میں (ج) 1939ء میں (د) 1949ء میں

ii۔ پٹنہ کے مقام پر مسلم لیگ کا اجلاس ہوا۔

(الف) 1937ء میں (ب) 1938ء میں (ج) 1939ء میں (د) 1940ء میں

iii۔ پاکستان کی پہلی قانون ساز اسمبلی میں ارکان چُنے گئے۔

(الف) 62 (ب) 72 (ج) 82 (د) 92

iv۔ پہلی قانون ساز اسمبلی میں خواتین کی مخصوص نشستیں تھیں۔

(الف) دو (ب) چار (ج) چھے (د) آٹھ

2۔ کالم الف میں تحریک آزادی میں حصہ لینے والی خواتین کے نام کا تعلق کالم ب میں دیے گئے اُن کے رہائشی علاقوں سے قائم کریں۔

الف	ب
بیگم وقار النساء نون	دہلی
مس فاطمہ جناح	پنجاب
بیگم نصرت ہارون	سرحد
بیگم نور الصباح	ممبئی
	سندھ

3۔ مناسب الفاظ کی مدد سے خالی جگہ پُر کریں۔

(i) مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کی پہلی خاتون رکن کا نام ------- ہے۔

(ii) محترمہ فاطمہ جناحؒ کا لقب -------------- ہے۔

(iii) 1947ء میں حکومت کے خلاف ------ کی تحریک شروع ہوئی۔

(iv) لیڈی ماؤنٹ بیٹن کی ہمدردیاں ------- کے ساتھ تھیں۔

(v) اقوام متحدہ میں بھیجے جانے والے پہلے پاکستانی وفد میں ------ نامی خاتون شامل تھیں۔

4۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب دیں۔

(i) عورتوں سے متعلق قائداعظمؒ نے کیا فرمایا؟ (کوئی ایک فرمان لکھیں)۔

(ii) تحریک پاکستان میں خواتین کی خدمات بتائیں۔ (تین جملے لکھیں)۔

(iii) محترمہ فاطمہ جناح نے اپنے عظیم بھائی کی کس طرح مدد کی؟

(iv) تحریکِ آزادی کے دوران میں مسلمان خواتین کو کن تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا؟

5۔ قوسین میں دیے گئے لفظوں میں سے صحیح لفظ منتخب کریں اور خالی جگہ پُر کریں۔

(i) آپ کب تشریف --------؟ (لایا / لائے)۔

(ii) میں نے قلم اور کتاب -------- (خریدی / خریدے)۔

(iii) امی ابا دونوں آ --------------- (گئے / گیا)۔

(iv) سامان، زمین، دکانیں، باغات سب کچھ بک ------- (گئے / گیا)۔

(v) اللہ تعالیٰ نے ہمیں دو کان اور ایک منہ ------- ہے۔ (دیے / دیا)۔

(vi) علامہ اقبالؒ ہمارے قومی شاعر ہیں ------- نے الگ وطن کا تصور پیش کیا۔ (اس/انھوں)۔

برائے اساتذہ:

طلبہ کو تحریکِ پاکستان کے چیدہ چیدہ واقعات سنائیں۔

حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ

حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے دادا قاضی شعیب اپنے تین بیٹوں کے ساتھ کابل سے لاہور تشریف لائے۔ کچھ عرصہ قصور میں گزارنے کے بعد قاضی صاحب ملتان تشریف لے گئے اور یہاں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ کے علم وفضل کی بدولت آپ کو ملتان کا قاضی مقرر کیا گیا۔

حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر کے والدِ گرامی کا نام جمال الدین سلیمان تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ عبادت اور پرہیز گاری کا مُجسّمہ تھیں۔ جدید تحقیق کے مطابق آپ 584 ہجری بمطابق 1188ء کو ملتان کے نزدیک ایک گاؤں کوٹھے وال میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام 'مسعود' رکھا گیا۔ حضرت فرید الدین عطار نے آپ کو فرید الدین کا نام عطا کیا۔

حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے ابھی ہوش بھی نہیں سنبھالا تھا کہ آپ کے والدِ ماجد اس جہانِ فانی سے کُوچ فرما گئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ آپ کی عظیمُ المرتبت والدہ نے آپ کے دل میں قربِ الٰہی کی لگن لگا دی۔ بارہ سال کی عمر میں آپ قرآنِ مجید حفظ کر چکے تھے۔ اس کے بعد آپ ملتان میں قائم مولانا منہاج الدین ترمذی کے مَدْرَسے میں داخل ہوئے۔ یہاں سے آپ کے زہد و ریاضت اور اِخلاص وتقویٰ کی شہرت پھیل گئی یہاں تک کہ شیخ بہاءُ الدِّین زکریا رحمتہ اللہ علیہ جیسے بزرگ بھی آپ سے ملاقات کے مشتاق تھے۔ اسی زمانے میں آپ کی ملاقات حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ سے ہوئی۔ آپؒ، خواجہ صاحب کی روحانی عظمت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کی بیعت کر لی۔

حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے ہندوستان کے بہت سے مقامات کے سفر کیے۔ آپ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ آپ کے زمانے میں قندھار، نیشاپور،

بغداد، بخارا، مصراور شام میں عظیم علمی مراکز قائم تھے۔ چنانچہ آپ نے قندھار، بغداد، ایران اور بخارا کے طویل سفر کیے اور اس زمانے کے جیّد علما سے اِکتسابِ فیض کیا جن میں شہاب الدین سہروردی اور فرید الدین عطار کے نام نمایاں ہیں۔

حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے ہانسی میں بارہ سال قیام فرمایا۔ اپنے مرشد کے وصال کے بعد دِلّی تشریف لے گئے۔ وہاں سے ملتان چلے آئے اور بالآخر آپ نے اجودھن میں مستقل ٹھکانا بنالیا۔ آپ کی آمد سے قبل اس علاقے کے لوگ توَہُم پرستی کا شکار تھے۔ جوگیوں اور جادوگروں کی گرفت نے سادہ دل لوگوں کی زندگی تباہ کررکھی تھی۔ آپ نے اسلام کے عالم گیر پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے شب و روز محنت کی۔ آپ نے اپنا پیغام پہنچانے کے لیے مقامی زبان پنجابی کا وسیلہ اختیار کیا۔ لوگ جوق دَرجوق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ آپ نے ذات پات کے بُت توڑے اور اُخُوّت و مساوات کی تلقین فرمائی۔ آپ کی آمد کی برکت سے یہ شہر ''اجودھن'' سے ''پاک پتن'' بن گیا۔

حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی زندگی لوگوں کی روحانی، اخلاقی اور مذہبی تربیت کرتے ہوئے گزری۔ نیلی بار کے علاقے میں بائیس قبائل آپ کی تبلیغ کی بدولت مسلمان ہوئے۔ ساندل بار کے کئی جاٹ قبائل نے بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسلام قبول کیا۔

حضرت فرید دین مسعود گنج شکرؒ کو جو کچھ حاصل ہوتا، اسے حاجت مندوں میں تقسیم کردیتے آپ نے کبھی جاگیر یا جائیداد حاصل کرنے میں دل چسپی نہ لی۔ ہمیشہ بادشاہوں کے درباروں سے دُور رہے۔ ''تاریخ فرشتہ'' کا مصنف محمد قاسم فرشتہ لکھتا ہے کہ دہلی کے بادشاہ سلطان ناصر الدین محمود نے اپنی تخت نشینی کے بعد حضرت فرید الدین مسعودؒ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ واپس آکر اس نے اپنے سپہ سالار غیاث الدین بلبن کو نقد نذرانہ اور چار دیہات جاگیر کا فرمان دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے اسی وقت نقد رقم فقرا و غربا میں تقسیم کردی اور جاگیر کا فرمان یہ کہہ کر واپس کردیا کہ فقیر کا جائیداد اور جاگیر سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ ریاضت و عبادت اور فقر و قناعت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ شہرت اور نام و نمود پسند نہیں فرماتے تھے۔ تحمل، بُردباری، توَکُّل اور تقویٰ کے پیکر تھے۔

مسلسل روزے رکھنے کے باعث آپ کی صحت خراب رہنے لگی اور آپ انتڑیوں کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ بالآخر اسلام کے یہ عظیم مُبَلّغ، امن واخوت کے پیام بر، اخلاقی قدروں کے علَم بردار اور پنجابی زبان کے مایہ ناز شاعر 7 مئی 1280ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

مشق

1۔ درست جواب کے شروع میں دائرہ لگائیں۔

(i) حضرت فریدالدینؒ کا لقب ہے۔
(الف) گنج بخش (ب) گنج شکر (ج) شکر بخش (د) شکر گنج

(ii) قاضی شعیب اپنے تین بیٹوں کے ہمراہ کابل سے تشریف لائے۔
(الف) ملتان (ب) قصور (ج) لاہور (د) ساہی وال

(iii) حضرت فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کا سالِ پیدائش ہے۔
(الف) 1088ء (ب) 1188ء (ج) 1288ء (د) 1388ء

(iv) پاک پتن کا قدیم نام تھا۔
(الف) انودھن (ب) الودھن (ج) ابودھن (د) اجودھن

(v) حضرت فریدالدین مسعود کی تاریخِ وفات ہے۔
(ا) 7 مارچ، 1280ء (ب) 7 اپریل، 1280ء (ج) 7 مئی، 1280ء (د) 7 جون، 1280ء

2۔ خالی جگہ پُر کریں۔

(i) حضرت فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے والد گرامی کا نام ---------- تھا۔

(ii) حضرت فریدالدین مسعود گنج شکرؒ ایک گاؤں ---------- میں پیدا ہوئے۔

(iii) حضرت فریدالدین مسعود گنج شکرؒ نے ---------- سال کی عمر میں قرآنِ مجید حفظ کیا۔

(iv) مختلف علاقوں کی سیاحت کے بعد آپ نے ---------- میں مستقل قیام اختیار کیا۔

(v) آپؒ نے اپنا پیغام ---------- زبان میں پہنچایا۔

(vi) حضرت فریدالدین مسعودؒ کی کوششوں سے ساندل بار کے کئی ---------- قبائل نے اسلام قبول کیا۔

(vii) حضرت فرید الدین مسعود۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔زبان کے شاعر ہیں۔

3۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیں۔

(i) شیخ بہاء الدین زکریا، حضرت فرید الدین مسعود سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟

(ii) حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے زمانے کے چار علمی مراکز کے نام لکھیں۔

(iii) حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے پاک پتن تشریف لانے سے پہلے اس علاقے کی کیا حالت تھی؟

(iv) حضرت فرید الدین مسعودؒ کی تبلیغ کا کیا اثر ہوا؟

(v) سلطان ناصر الدین نے حضرت فرید الدین مسعودؒ کی خدمت میں جو نقد رقم اور چار دیہات کا فرمان بھیجا۔ آپؒ نے اس کا کیا کیا؟

4۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے متضاد لکھیں۔

جھوٹ۔ انتہا۔ مستقل۔ داخل۔ سفر۔ طویل۔ جہالت۔

5۔ واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیں۔

بزرگ۔ علم۔ مدرسہ۔ مقامات۔ مراکز۔ علما۔ وسیلہ۔ قبائل۔ فقرا۔ غربا۔

6۔ اعراب لگا کر درست تلفظ واضح کریں۔

بزرگ۔ انتہا۔ غلطی۔ اعتراف۔ طالب۔ مستقل۔ اخلاص۔ جہالت۔ توکل۔ مرض۔ امن۔

7۔ (الف) نماز کے مندرجہ ذیل فائدے ہیں:-

(i) اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

(ii) انسان برائیوں سے بچا رہتا ہے۔

(iii) انسان کا اپنے خالق سے تعلق پختہ ہوتا ہے۔

(ب) پاکستان کے اہم شہروں کے نام یہ ہیں:-

کراچی، لاہور، اسلام آباد، پشاور اور کوئٹہ۔

اوپر کے جملوں میں آپ نے دیکھا کہ تفصیل پیش کرنے کے لیے تمہیدی جملے کے بعد علامت ":-" استعمال کی گئی ہے۔ اسے تفصیلیہ کہا جاتا ہے۔ آپ پانچ جملے لکھیں جن میں تفصیلیہ کی علامت استعمال کی گئی ہو۔

مناظرِ پاکستان

ہم خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پاکستان جیسا پیارا ملک عطا کیا جہاں سردی، گرمی، بہار، خزاں اور برسات جیسے موسم ہیں۔ کہیں میدان، پہاڑ، صحرا اور ریگستان جیسے قطعاتِ زمین ہیں۔ کہیں سمندر اور دریا بہ رہے ہیں تو کہیں نہریں اور آبشاریں گنگنا رہی ہیں۔ کسی پہاڑی کی چوٹی پر برف کا تاج سجا ہے تو کہیں کسی پہاڑ کے دامن میں قدرتی معدنیات کا خزانہ چھپا ہے۔

پاکستان کی زمین اتنی زرخیز ہے کہ یہاں ہر طرح کے پھل، پھول، سبزیاں اور زرعی اجناس اُگائی جاسکتی ہیں۔ یہاں بے شمار قدرتی مناظر ہیں جنھیں لوگ دُور دراز کے ملکوں سے دیکھنے آتے ہیں۔ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں شاہ فیصل مسجد، شکر پڑیاں اور راول ڈیم' پنجاب کے دل لاہور میں بادشاہی مسجد، شاہی قلعہ، مینارِ پاکستان، شالامار باغ، مزارِ اقبال، جہانگیر کا مقبرہ، کامران کی بارہ دری، باغِ جناح، ریس کورس پارک، جلو پارک، عجائب گھر اور داتا دربار جیسی عمارات دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ فیصل آباد میں گھنٹا گھر، راولپنڈی میں مری، بھوربن' شیخوپورہ میں ہرن مینار' جہلم میں قلعہ روہتاس' ہڑپہ اور ٹیکسلا میں پرانی تہذیبوں کے آثار' ملتان میں بزرگانِ دین کے مزارات اور خان گڑھ کی قدیم جامع مسجد بھی دیکھنے کے لائق ہیں۔

سندھ میں ساحلِ سمندر پر واقع تفریح گاہوں، کلفٹن، ہاکس بے اور منوڑا پر دُور دُور تک بچھی ہوئی ریت پر چلنے کا اپنا مزا ہے۔ ساحلِ سمندر پر کچھ لوگ تیراکی میں مصروف ہوتے ہیں تو کچھ سیپیاں اور گھونگے وغیرہ اکٹھے کرنے میں مگن ہوتے ہیں۔ منوڑا دراصل ایک جزیرہ ہے جہاں پاکستان نیوی کی ٹریننگ اکیڈیمی ہے۔ کیماڑی سے بذریعہ لانچ یہاں آنے کا لطف ہی کچھ اور ہے۔ کراچی میں سٹیل مل، پورٹ قاسم اور مزارِ قائد دیکھنے کی چیز ہیں۔ اس کے علاوہ سندھ کے پرانے حکمرانوں کے محلات، موئن جوڈرو اور کوٹ ڈیجی کے آثارِ قدیمہ بھی سیاحوں کو متوجہ کرتے ہیں۔

حضرت سچل سرمستؒ، شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ اور لعل شہباز قلندرؒ کے خوب صورت مزارات پر لوگ دُور دراز سے فاتحہ پڑھنے آتے ہیں۔ یہاں آ کر سندھ کی اصل تہذیب وثقافت سے شناسائی ہوتی ہے۔

صوبہ سرحد میں ایبٹ آباد، بالا کوٹ، کاغان، ناران، شوگران، سوات اور کالام کے علاقے انتہائی دیدہ زیب ہیں۔ گرمیوں میں پاکستان کے اکثر علاقوں سے لوگ اِدھر کا رخ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ تربیلا ڈیم اور درہ خیبر بھی دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

رقبے کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ بلوچستان وادیٔ زیارت، گوادر پورٹ، ہنہ جھیل، پنجگور، مشکے اور تربت کے باغات کی وجہ سے مشہور ہے۔

آزاد کشمیر میں منگلا ڈیم اور میاں محمد بخش کا مزار بہت مشہور ہے۔ شمالی علاقہ جات میں ہنزہ، سکردو، گلگت اور چترال کا حُسن دل کش اور دیدہ زیب ہے۔ اس کے بلند و بالا پہاڑوں کے۔ٹو، نانگا پربت اور راکا پوشی کو سر کرنے کے لیے کئی کوہ پیما دوسرے مُمالِک سے آتے ہیں۔ پاکستان کی جھیلیں سیف الملوک، کچورا اور ''ست پارا'' بھی قابلِ دید ہیں۔ سکھ مذہب کے افراد اپنے مقدس مقامات کو دیکھنے بیرونِ ممالک سے لاہور، ننکانہ صاحب، حسن ابدال اور نارووال کے نزدیک ''دربار صاحب کرتار پور'' آتے ہیں۔

پاکستان کے یہ تمام مقامات اِس کا قابلِ فخر سرمایہ ہیں جس کی حفاظت ہم سب کا فرض ہے۔ زندگی کی مصروفیات سے وقت نکال کر ان مقامات کی سیر سے وطنِ عزیز کی عظمت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دل میں نقش ہو جاتی ہے اور دل پکار اٹھتا ہے۔

جنت سے کہیں بڑھ کے حَسیں میرا وطن ہے
ہم سر ہے فلک کی جو زمیں میرا وطن ہے

مشق

1۔ درست جواب کے شروع میں " ✔ " کا نشان لگائیں۔

(۱) شاہ فیصل مسجد واقع ہے۔

(الف) فیصل آباد میں (ب) ایبٹ آباد میں (ج) حیدر آباد میں (د) اسلام آباد میں

(۲) مزارات کا شہر کہا جاتا ہے۔

(الف) لاہور کو (ب) ملتان کو (ج) جہلم کو (د) شیخوپورہ کو

(۳) کلفٹن واقع ہے۔

(الف) کراچی میں (ب) پشاور میں (ج) لاہور میں (د). کوئٹہ میں

(۴) منوڑا ہے۔

(الف) آبشار (ب) ساحلِ سمندر (ج) جزیرہ (د) جھیل

2۔ کالم الف میں پاکستان کے مشہور تاریخی مقامات کے نام لکھے گئے ہیں۔ آپ ان کا تعلق متعلقہ شہروں سے قائم کریں۔

کالم الف	کالم ب
شکر پڑیاں	شیخوپورہ
ہاکس بے	مری
گھنٹا گھر	جہلم
بھوربن	اسلام آباد
ہرن مینار	ایبٹ آباد
قلعہ روہتاس	فیصل آباد
	کراچی

3۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) خان گڑھ کی قدیم ۔۔۔۔۔۔۔ قابلِ دید ہے۔

(۲) منوڑا میں پاکستان ------- کی ٹریننگ اکیڈمی ہے۔

(۳) موہن جوڈرو صوبہ ------- میں ہے۔

(۴) کاغان، ناران اور شوگران کے حسین مقامات صوبہ ------- میں ہیں۔

(۵) وادئی زیارت صوبہ ------- میں ہے۔

4۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب دیں۔

(۱) پاکستان کی زمین کیسی ہے؟

(۲) گرمیوں کے موسم میں لوگ شمالی علاقہ جات کی طرف کیوں جاتے ہیں؟

(۳) پاکستان میں سکھ مذہب کے مقدس مقامات کہاں کہاں واقع ہیں؟

5۔ خوش قسمت میں ''خوش'' سابقہ ہے۔ اس کی مدد سے مزید پانچ لفظ بنائیں۔

6۔ واحد کے جمع لکھیں۔

قطعات۔ اجناس۔ مناظر۔ مقبرہ۔ بزرگان۔ اعزازات۔ باغات۔

برائے اساتذہ :

بچوں سے پوچھیں کہ انھوں نے کون کون سے مقامات کی سیر کی ہے؟ ہر بچہ اپنی سیر کا حال بیان کرے۔

سوار محمد حسین شہید (نشانِ حیدر)

تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی وطن عزیز پر کوئی کٹھن گھڑی آئی ، وطن کے محافظ سینہ تان کر کھڑے ہو گئے ۔ ہمارے سپوتوں نے ہمیشہ جان کی بازی لگا کر عزم و شجاعت کے نئے باب رقم کیے ۔ایسے ہی ایک جانباز کا نام سوار محمد حسین شہید ہے۔اس نے راہِ حق میں اپنی جان کا نذرانہ دے کر پاکستان کا سب سے بڑا فوجی اعزاز نشانِ حیدر حاصل کیا۔اس سے پہلے یہ اعزاز پاک فوج کے افسروں کے حصے میں آیا تھا۔سوار محمد حسین یہ اعزاز پانے والے پہلے سپاہی ہیں۔

سوار محمد حسین شہید ٹینک اور ہلکی گاڑی کے ڈرائیور تھے۔ 1971ء کی جنگ میں وہ ظفروال ،شکرگڑھ کے علاقے میں اپنے فرائض انجام دے رہے تھے ۔اس محاذ پر ایک تاریخ ساز جنگ جاری تھی ۔ اسلحہ اور دیگر اشیا محاذ پر پہنچانا سوار محمد حسین کی ذمہ داری تھی ۔محاذِ جنگ پر لڑنا ان کے فرائض میں شامل نہ تھا۔3 دسمبر 1971ء کو جب بھارت نے مغربی پاکستان پر حملہ کیا تو سوار محمد حسین ''بھیڑ'' نامی گاؤں میں تھے۔جذبۂ جہاد سے سرشار سوار محمد حسین خوف وہراس سے ناآشنا تھے۔ 5 دسمبر کو پاک فوج کی لانسرز رجمنٹ کا دشمن سے آمنا سامنا ہوا تو اسی روز سوار محمد حسین نے اپنے کمانڈنگ آفیسر سے عملی طور پر جنگ میں شریک ہونے کی اجازت طلب کی ۔کرنل نے اس نوجوان کے جذبۂ جہاد کی قدر کرتے ہوئے اجازت دے دی۔اسی روز کمانڈنگ آفیسر کو حکم ملا کہ نالا ڈیک اور نالا بیئیں کے درمیانی چودہ میل کے علاقے میں پیش قدمی کرنے والے دشمن کو روک دیا جائے۔فوجی نقطہ نظر سے یہ کام بے حد اہم اور عملی طور پر بہت مشکل تھا۔پاک فوج کے غیور جوانوں نے پانچ دن تک دشمن کو یہیں روکے رکھا۔ دشمن بار بار پیش قدمی کرنے کے لیے جدوجہد کرتا رہا، اسے بھاری مقدار میں اسلحہ اور تازہ دم افرادی کمک پہنچتی رہی مگر پاک فوج کے جوان سیسہ پلائی دیوار بن کر دشمن کے راستے میں حائل رہے۔

سوار محمد حسین شہید 9 دسمبر کو گشت پر تھے۔ انھوں نے ''خیرا'' نامی گاؤں کے سامنے دشمن کا ایک خفیہ ٹھکانا دیکھا۔ انھوں نے سٹین گن کی مدد سے دشمن پر فائرنگ شروع کر دی۔ دشمن کے کئی فوجی ہلاک کرنے کے بعد وہ پلٹے اور سیکنڈ ان کمانڈ میجر امان اللہ کو دشمن کی موجودگی اور نقل و حرکت کی اطلاع دی اور بتایا کہ دشمن موضع ''ہرڑ خرد'' کے سامنے حملے کی تیاری کر رہا ہے۔ سوار محمد حسین دن بھر ایک جگہ سے دوسری جگہ آتے جاتے رہے۔ مورچوں میں متعین جوانوں کو دشمن کے ٹھکانوں کی خبر دیتے رہے۔ صرف ایک دن میں انھوں نے اپنی اطلاعات کی بدولت دشمن کے سولہ ٹینک تباہ کروائے۔ اگر ان بھارتی ٹینکوں اور توپوں پر بروقت حملہ نہ کیا جاتا تو دشمن کو آگے بڑھنے سے روکنا شاید ممکن نہ ہوتا۔ یہ سب کچھ سوار محمد حسین شہید کی بدولت ہوا جو دشمن کی گولا باری کی پروانہ کرتے ہوئے بلاخوف وخطر آزادانہ نقل و حرکت کرتے رہے۔

دشمن کی یلغار کو روکنے کے لیے ہمارے جوانوں نے موضع ''گجگال'' کے شمال کی جانب اونچی ٹیلا نما زمین میں اپنے لیے محفوظ مورچے بنائے ہوئے تھے جن پر دشمن زبردست گولا باری کر رہا تھا۔ ''گجگال''، ''ہرڑ خرد'' اور ''ہرڑ کلاں'' کے سامنے 2500 گز کے علاقے میں ہمارے صرف تین سکواڈرن دشمن کے تین ڈویژنوں سے مقابلہ کر رہے تھے۔ سوار محمد حسین درمیانی سکواڈرن سے وابستہ تھے۔ انھوں نے دشمن کو اس قدر بے بس کیے رکھا کہ اس کا بڑے سے بڑا حملہ بھی ناکام رہا۔

اس دفاعی لائن کے بعد پاک فوج کی دوسری دفاعی پوزیشن نالا ''چو'' اور اس سے ملحقہ دو نالوں میں تھی۔ چونکہ اس علاقے میں بارودی سرنگیں نہیں بچھی ہوئی تھیں اس لیے دشمن جلد سے جلد اس علاقے پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ چار روز معرکہ آرائی جاری رہی مگر دشمن کو اپنے ارادوں میں کامیابی نہ ہو سکی۔ ٹینکوں کو ناکام دیکھ کر دشمن نے اپنی پیدل فوج کو آگے بڑھایا اور وہ موضع ''ہرڑ خرد'' تک آ گئی۔ گاؤں سے آگے نالے میں پانی بھی تھا اور نالے کا شمال مشرقی کنارہ پانی کے کٹاؤ کی وجہ سے قدرتی طور پر بیس فٹ اونچا تھا۔ اس طرح دونوں اطراف کی فوجیں ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ اس نازک اور اعصاب شکن صورتِ حال کو سوار محمد حسین شہید برداشت نہ کر سکے، وہ اپنے مورچے سے نکلے اور بے مثال جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کے

اگلے مورچوں تک چلے گئے۔ دشمن کی ساری مورچابندی اور دستوں کی پوزیشنوں کا جائزہ لیا اور لَوٹ آئے۔ واپس آکر انھوں نے اپنے ٹینک ٹروپس (Tank Troops) کی پوزیشن تبدیل کروائی۔ انھیں خوب معلوم ہو چکا تھا کہ بھارتی فوج کے دستے ایک بھرپور حملے کے لیے کس مقام پر جمع ہو رہے ہیں۔

اس سے پہلے کہ بھارتی فوج کوئی عملی قدم اٹھاتی، سوار محمد حسین نے اپنے ٹینک ٹروپس اور توپ خانے کی رہنمائی کرتے ہوئے دشمن پر زبردست حملہ کرا دیا۔ یہ حملہ اس قدر زوردار، غیر متوقع اور اچانک تھا کہ دشمن کے اَوسان خطا ہو گئے۔ دھماکوں اور فائرنگ کی آوازوں نے ذرا دم لیا تو دشمن کو معلوم ہوا کہ اس کے اٹھارہ جدید ترین ''ٹی پچپن'' روسی ٹینک مکمل طور پر تباہ ہو چکے ہیں۔ دشمن کے مارے جانے والے فوجیوں اور زخمیوں کا شمار اس وقت ممکن نہ تھا۔ چند لمحوں پر محیط یہ ساری کارروائی سوار محمد حسین شہید کی بروقت اور درست رہنمائی کا نتیجہ تھی۔

پاکستانی توپ خانہ دشمن پر مسلسل آگ برسا رہا تھا۔ اس گولا باری سے دشمن کے پَرخچے اُڑ گئے۔ اس وقت سوار محمد حسین شہید اپنی ٹینک شکن گن کے گنر (GUNNER) کو دشمن کا ٹھکانا بتا رہے تھے کہ دشمن کے ایک ٹینک سے مشین گن کی گولیوں کی بُوچھاڑ آئی اور سوار محمد حسین شہید کا سینہ چھلنی کرتی ہوئی نکل گئی۔ سوار محمد حسین شہید نے آخری بار نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اپنی جان وطن پر قربان کر دی۔ شام تک دشمن کا حملہ ناکام ہو چکا تھا۔ جس مقصد کے لیے آپ نے جان دی تھی وہ پورا ہو چکا تھا۔

سوار محمد حسین شہید کا تعلق راجپوت خاندان سے تھا۔ آپ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ جب ان کی شہادت کی خبر ان کے آبائی گاؤں پہنچی تو ان کے والد نے کہا ''بخدا مجھے اپنے بیٹے کی شہادت پر فخر ہے۔ اگر میرے اور بیٹے بھی ہوتے تو مَیں ان کو بھی ملک و قوم کی حفاظت اور سربلندی کے لیے پیش کر دیتا۔''

جنگ کے خاتمے کے بعد اس وقت کے صدرِ پاکستان اگلے مورچوں کے معائنے کے لیے گئے تو پاکستانی افواج کے کمانڈر ان چیف نے انھیں سوار محمد حسین شہید کے بے مثال کارنامے سے آگاہ کیا۔ جنابِ صدر اس عظیم شہید سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انھوں نے سوار محمد حسین شہید کے لیے نشانِ حیدر کا اعلان کیا۔

مشق

1۔ درست جواب کے شروع میں '' ✓ '' کا نشان لگائیں۔

ا۔ سوار محمد حسین شہید نشان حیدر کا اعزاز پانے والے سپاہی ہیں۔

(الف) پہلے (ب) دوسرے (ج) تیسرے (د) چوتھے

۲۔ بھارت نے مغربی پاکستان پر حملہ کیا۔

(الف)3 دسمبر 1971ء کو (ب)4 دسمبر 1971ء کو (ج)5 دسمبر 1971ء کو (د)6 دسمبر 1971ء کو

۳۔ پاک فوج کی دوسری دفاعی پوزیشن تھی۔

(الف) نالا ڈیک (ب) نالا بیئیں (ج) نالا بستر (د) نالا چو

2۔ سوالوں کے مختصر جواب لکھیں۔

(i) نشانِ حیدر سے کیا مراد ہے؟

(ii) سوار محمد حسین نے اپنے کمانڈنگ آفیسر سے کس بات کی اجازت لی؟

(iii) نالا ڈیک اور نالا بیئیں کے درمیانی علاقے میں دشمن کی پیش قدمی روکنا کیوں ضروری تھا؟

(iv) سوار محمد حسین شہید کی نشان دہی پر دشمن پر اچانک حملے کا کیا نتیجہ نکلا؟

(v) سوار محمد حسین شہید نے کس مقصد کے لیے جان دی؟

3۔ واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیں۔

باب۔اعزاز۔فرائض۔اطلاعات۔

4۔ مندرجہ ذیل الفاظ و محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کے معنی واضح ہو جائیں۔

جان کی بازی لگانا۔سیسہ پلائی دیوار۔اوسان خطا ہو جانا۔آگ برسانا۔

برائے اساتذہ:

نشانِ حیدر پانے والے شہید فوجی نوجوانوں کی تصاویر کا چارٹ تیار کروائیں۔

ترانہ ملّی

چین و عرب ہمارا ، ہندوستاں ہمارا مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا
توحید کی امانت، سینوں میں ہے ہمارے آساں نہیں مٹانا، نام و نشاں ہمارا
دنیا کے بُت کدوں میں، پہلا وہ گھر خدا کا ہم اُس کے پاسباں ہیں، وہ پاسباں ہمارا
تیغوں کے سائے میں ہم، پَل کر جواں ہوئے ہیں خنجر ہلال کا ہے، قومی نِشاں ہمارا
مغرب کی وادیوں میں، گونجی اذاں ہماری تھمتا نہ تھا کسی سے، سیلِ رواں ہمارا
باطل سے دبنے والے، اے آسماں نہیں ہم سَو بار کر چکا ہے، تو امتحاں ہمارا
اے گلستانِ اندلس! وہ دن ہیں یاد تجھ کو تھا تیری ڈالیوں پر، جب آشیاں ہمارا
اے موجِ دجلہ! تُو بھی، پہچانتی ہے ہم کو اب تک ہے تیرا دریا، افسانہ خواں ہمارا
اے ارضِ پاک! تیری، حُرمت پہ کٹ مرے ہم ہے خوں تری رگوں میں، اب تک رواں ہمارا
سالارِ کارواں ہے، میرِ حجاز اپنا اس نام سے ہے باقی، آرامِ جاں ہمارا

اقبال کا ترانہ، بانگِ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما، پھر کارواں ہمارا

(علامہ محمد اقبالؒ)

مشق

1۔ اس نظم میں آنے والے ہم آواز الفاظ کو الگ کر کے لکھیں۔ جیسے جہاں، نشاں، پاسباں۔

2۔ یہ مصرع غور سے پڑھیں ''سالارِ کارواں ہے، میرِ حجاز اپنا'' اور بتائیں کہ اس میں ''میرِ حجاز'' سے کون سی ہستی مراد ہے؟

3۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کے معنی واضح ہو جائیں۔
توحید۔ پاسباں۔ ہلال۔ باطل۔ حُرمت۔

4۔ اس نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کریں۔

برائے اساتذہ

(i) ایک طالب علم اس ترانے کے ایک ایک مصرعے کو پڑھے اور دوسرے طلبہ اسے دہرائیں۔ اس طرح پوری نظم اسمبلی / جماعت میں پڑھی جائے۔

(ii) اس ملّی ترانے کو زبانی یاد کروائیں۔

(iii) ان تراکیب کی وضاحت کریں۔ سالارِ کارواں، گلستانِ اندلس، موجِ دجلہ، ارضِ پاک، جادہ پیما، میرِ حجاز، سیلِ رواں، بانگ درا۔

پاکستان

منٹو پارک لاہور میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد جمع تھی۔ ان میں پورے ہندوستان سے آئے ہوئے آل انڈیا مسلم لیگ کے قائدین بھی شامل تھے۔

مسلم لیگ کے اس جلسے کی صدارت مسلمانوں کے محبوب قائد محمد علی جناحؒ کر رہے تھے۔ لوگ ان کی تقریر سننے کے لیے بے تاب تھے۔ مارچ 1940ء کا یہ دن پاک و ہند کی تاریخ کا تاب ناک دن ہے۔ اس دن مسلمانانِ ہند کے لیے ایک آزاد، خود مختار ملک کا مطالبہ کیا گیا۔ مولوی اے۔ کے۔ فضل الحق شیرِ بنگال نے قرارداد پیش کی۔ جسے متفقہ طور پر مان لیا گیا۔ قائدِاعظم محمد علی جناحؒ کی تقریر کے دوران میں لوگ نعرۂ تکبیر بلند کرتے رہے۔ 23 مارچ، 1940ء کی یہ قرارداد ''قراردادِ لاہور'' کے نام سے پیش کی گئی۔ ہندوؤں نے اس قرارداد کو ''قراردادِ پاکستان'' کا نام دیا۔

مسلمانوں کے لیے الگ وطن کا تصور دینے والوں میں علامہ محمد اقبالؒ کے علاوہ قریباً دو سو افراد شامل ہیں۔ ان میں سے مسلم ریاست کا نام ''پاکستان'' چودھری رحمت علی نے تجویز کیا۔ مولانا مرتضیٰ احمد میکش نے روزنامہ انقلاب میں ''مسلم ہندی کے لیے الگ وطن کی ضرورت'' کے نام سے چار مضامین لکھے۔ علامہ اقبالؒ نے اس تصور کو 1930ء میں الہ آباد میں مسلم لیگ کے سالانہ جلسے میں صحیح معنوں میں اُجاگر کیا اور پھر اس کے حصول کی جدو جہد تیز کر دی۔ اس لیے علامہ اقبال کو مصوّرِ پاکستان بھی کہا جاتا ہے۔

'قراردادِ لاہور' کے پاس ہوتے ہی ہندوؤں نے اخباروں میں اس قرارداد کی مخالفت شروع کر دی۔ انگریزوں سے مکمل آزادی حاصل کرنے کے لیے تحریک چلتی رہی۔ 1942ء میں تحریکِ خلافت زوروں پر تھی کہ آل انڈیا کانگرس نے ''ہندوستان چھوڑ دو'' تحریک شروع کر دی۔

اس تحریک کے نتیجے میں سینکڑوں لوگ ہلاک ہوگئے۔ اَملاک تباہ ہوئیں۔ ہجرت کرنے والوں نے بڑی مشکلات کا سامنا کیا۔ مسلم لیگ اس تحریک سے لاتعلق رہی۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے کانگرس کے رویے کو بھانپتے ہوئے انگریزوں پر زور دیا کہ متحدہ ہندوستان کو تقسیم کر کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے حوالے کر دیا جائے۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے حصولِ پاکستان کے لیے مسلم نوجوانوں میں خوداعتمادی پیدا کی۔ آزادی کی روح بیدار کی۔ **1943** ء میں مسلم گرلز سٹوڈنٹس فیڈریشن کے سپاس نامے کے جواب میں آپ نے فرمایا۔

''مسلمانوں نے ہندو مسلم سمجھوتے کے لیے پچیس سال متواتر کوشش کی مگر یہ کوشش ناکام رہی۔ قدرت نہیں چاہتی تھی کہ ان دونوں میں کوئی سمجھوتا ہوتا۔ کیوں کہ ان میں کوئی قدر مشترک نہیں۔ بعض لوگ لفظ پاکستان سے لوگوں کو ڈراتے ہیں۔ یہ لوگ بددیانتی سے کام لے کر شرارت کرنا چاہتے ہیں۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ اب میں بھی ہر مرتبہ پاکستان کا لفظ استعمال کروں گا۔ ہندوستان کبھی ایک ملک نہ تھا۔ یہاں کبھی ایک قوم آباد نہ تھی۔ جغرافیائی، ثقافتی اور سیاسی اعتبار سے بھی یہ کبھی ایک ملک نہیں رہا''۔

انگریزوں اور ہندوؤں نے سوچا کہ مسلمانوں کو آسانی سے شکست دی جاسکتی ہے۔ کیوں کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کو سیاسی طور پر کم زور تصور کرتے تھے۔ **46-1945** ء میں عام انتخابات کرائے گئے تو نتیجہ انگریزوں اور ہندوؤں کی خواہشوں سے الٹ نکلا۔ مسلم لیگ نے مسلمانوں کے لیے مخصوص تمام نشستوں پر کامیابی حاصل کر لی تھی جبکہ کانگرس نے بھی انتخابات میں اپنی جماعت کے مسلمان امیدوار کھڑے کیے تھے۔

1946 ء ہی میں ہندوستان کے لیے عبوری حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ ہندوؤں نے انگریزوں کی مدد سے ایک اور چال چلی۔ وہ مسلمانوں کو بجٹ سازی اور مالیاتی امور میں نااہل تصور کرتے تھے۔ بس یہ غلط فہمی انھیں لے ڈوبی۔ لیاقت علی خان مسلم لیگ کے فعال رکن تھے۔ یہ محکمہ ان کے سپرد کیا گیا۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیت سے متحدہ ہندوستان کا آخری بجٹ پیش کیا جسے غریب آدمی کا بجٹ کہا گیا۔ کانگرس اس بجٹ سے پریشان ہوگئی۔

صوبہ پنجاب میں مقامی حکومت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلی۔ یہ مقامی حکومت انگریز اور کانگرس کی ہم نوا تھی۔ 1946ء میں اس سول نافرمانی کی تحریک میں خواتین نے بھی بھرپور حصہ لیا۔ طالبات نے ایک ایسا کارنامہ انجام دیا جس پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔ انھوں نے سول سیکرٹریٹ (سیکرٹری ایٹ) لاہور کی عمارت سے انگریزوں کا جھنڈا اتار کر اس کی جگہ مسلم لیگ کا جھنڈا لہرا دیا۔ پنجاب حکومت اس جوش و جذبے کے سامنے ڈھیر ہو گئی۔

14 اگست 1947ء کو وجود میں آنے والی ریاست ''پاکستان'' دنیا کی واحد اسلامی نظریاتی ریاست ہے۔ اس کے حصول میں ہم نے بے مثال قربانیاں دیں اور بے پناہ مشکلات کا سامنا کیا۔ 65 لاکھ مسلمانوں نے ہندوستان سے ہجرت کی۔ اس عظیم نوزائیدہ ملک پاکستان نے ان سب کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ پاکستان کے دفاع اور ترقی کے لیے ہمیں قائد کا یہ ارشاد ہمیشہ یاد رکھنا ہوگا۔

''اپنا اخلاق ہر صورت بلند رکھو۔ موت سے نہ ڈرو۔ اسلام اور پاکستان کی عزت بچانے کے لیے ہمیں موت کا مقابلہ بہادری سے کرنا چاہیے۔ مسلمان کے لیے اس سے بہتر اور کوئی ذریعۂ نجات نہیں ہوسکتا کہ وہ شہید کی موت مر جائے''۔

اللہ کا شکر ہے کہ آج ہم دنیا کی پہلی اسلامی طاقت ہیں جس کے پاس ایٹمی قوت موجود ہے۔

مشق

1۔ درست جواب کے شروع میں '' ✔ '' کا نشان لگائیں۔

(i) ہمارے ملک کا نام پاکستان تجویز کیا۔

(الف) چودھری برکت علی نے (ب) چودھری نعمت علی نے (ج) چودھری رحمت علی نے (د) چودھری عظمت علی نے

(ii) مولانا میکش نے روزنامہ انقلاب میں ''مسلم ہندی کے لیے الگ وطن کی ضرورت'' کے عنوان سے مضمون لکھے۔

(الف) تین (ب) چار (ج) پانچ (د) چھے

(iii) علامہ محمد اقبالؒ نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الہ آباد میں اپنا تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔

(الف) 1930ء میں (ب) 1931ء میں (ج) 1932ء میں (د) 1934ء میں

(iv) قرارداد پاکستان منظور ہوئی۔

(الف) 20مارچ 1940ءکو(ب) 21 مارچ 1940ءکو (ج) 22مارچ 1940ءکو

(د) 23مارچ 1940ءکو

2۔ خالی جگہ پُر کریں۔

(ا) مولانا میکش نے روزنامہ۔۔۔۔۔۔۔۔میں چار مضامین لکھے۔

(۲) علامہ اقبالؒ نے 1930ء میں خطبہ۔۔۔۔۔۔۔دیا۔

(۳) 23مارچ 1940ءکو اقبال پارک لاہور میں۔۔۔۔۔۔۔منظور ہوئی۔

(۴) نواب لیاقت علی خان نے۔۔۔۔۔۔آدمی کا بجٹ پیش کیا۔

3۔ سوالوں کے مختصر جواب لکھیں۔

(ا) پاکستان کا نام کب اور کس نے تجویز کیا؟

(۲) قرارداد پاکستان کس شخصیت نے پیش کی؟

(۳) 1945-46ء کے انتخابات کے نتائج کیسے رہے؟

(۴) قائداعظمؒ نے یہ کیوں کہا کہ اب میں بھی لفظِ پاکستان استعمال کروں گا؟

(۵) پاکستان کے دفاع کے لیے ہمیں قائد کا کیا پیغام یاد رکھنا چاہیے؟

4۔ واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیں۔

تحریک۔ واقعات۔ طلبہ۔ مضامین۔ تجاویز۔ املاک۔

آدابِ معاشرت

سکولوں اور کالجوں میں گرمیوں کی چھٹیاں تھیں۔ عائشہ کی خالہ نے عائشہ کی امی کو فون کیا اور اپنی بیٹی کی شادی کی اطلاع دی۔ انھوں نے گھر کو آراستہ کرنے اور دوسرے انتظامات میں ہاتھ بٹانے کے لیے شادی کی تاریخ سے کوئی پانچ سات روز پہلے عائشہ کو بلایا تھا۔ عائشہ کی چھوٹی بہن ندا کب رکنے والی تھی اور حسن کو تو اپنی بہنوں کے ساتھ جانا ہی تھا۔

16 جولائی کی رات کو اچانک ٹھنڈی ہوا چلی۔ دیکھتے ہی دیکھتے گھری گھٹا چھا گئی۔ بجلی چمکتی رہی اور اس کی کڑک دل میں ہول پیدا کرتی رہی۔ خدشہ تھا کہ کہیں صبح روانگی کھٹائی میں نہ پڑ جائے۔ بادل جھوم کے برسا۔ دو اڑھائی گھنٹے کے بعد مطلع صاف ہوا۔ درخت دُھل گئے۔ نشیبی جگہوں پر پانی کھڑا ہو گیا۔

پروگرام کے مطابق صبح چھے بجے تینوں بہن بھائی گاؤں سے اڈّے کی طرف چل پڑے۔ ماں نے ڈھیروں دعاؤں اور بزرگانہ ہدایات کے ساتھ رخصت کیا۔ سات آٹھ منٹ کے بعد بچے کیچڑ سے لت پت واپس آ گئے۔ امی دیکھ کر سمجھیں کہ شاید راستے میں پھسل پڑے۔ تاہم سب کا پھسل جانا سمجھ سے باہر تھا۔

امّی نے پوچھا ''یہ کپڑوں کا ستیاناس کیسے ہوا؟''

عائشہ: امّی جان! ہم کچّی سڑک پر بس سٹاپ کی طرف جا رہے تھے کہ ایک تیز رفتار کار جو گزری تو کیچڑ ملے پانی کے چھینٹوں نے ہمارے لباس اور بیگ کا یہ حال کر دیا۔

امّی: تمھیں کار والے سے خود بھی تو بچنا چاہیے تھا۔

عائشہ: امّی جان! ہم نے اپنی سی کوشش کی لیکن کار والے نے کوئی پروا نہ کی۔

امّی: کیا اسے نظر نہ آتا تھا؟ وہ کار روک لیتا یا کم از کم آہستہ چلاتا۔

عائشہ: جی امّی جان! اُصول کی بات تو یہی ہے لیکن ان چیزوں کی پروا کون کرتا ہے؟

حسن: میں نے اُسے ہاتھ کا اشارہ بھی دیا تھا لیکن اس نے رفتار کم نہ کی۔

امّی: ایسے لوگ معاشرتی آداب سے واقف ہی نہیں۔

ندا: امّی جان! آپ نے معاشرتی آداب کا ذکر کیا ہے۔ یہ تو بتائیے وہ ہوتے کیا ہیں؟

امّی: حسن بیٹا! کیا تم معاشرتی آداب بتا سکتے ہو؟

حسن: (جیسے چوکنا ہو گیا) جی امّی جی! آداب کے معنی اچھے طریقے اور معاشرت کے معنی رہن سہن۔ معاشرتی آداب یعنی رہنے سہنے کے اچھے طریقے۔

امّی: معاشرتی آداب کے معنی ہیں خود اچھی عادات اپنانا اور دوسروں کے آرام اور سہولت کا خیال رکھنا۔ خود غرض نہ ہونا، دوسروں کے حقوق کا لحاظ رکھنا اور اپنے کسی عمل سے دوسروں کو دُکھ نہ دینا۔

ندا: اب بات سمجھ میں آ گئی۔

عائشہ: امّی جان! آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ زندگی میں جن لوگوں کا وہ محتاج ہے یا جو لوگ اس سے کوئی تعلق رکھتے ہوں، ان کے ساتھ اسے شائستگی، ایثار اور خیر خواہی کا جذبہ اپنانا چاہیے۔

امّی: تم بتا سکتی ہو؟ عائشہ بیٹی۔ یہ آداب ہمیں کون سکھاتا ہے؟

عائشہ: ہم مسلمان ہیں۔ ہمیں کسی اور سے سیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمارے پیارے نبیؐ کے اِرشادات ہمارے لیے کافی ہیں۔ آپؐ کی پاکیزہ تعلیمات نے انسان کو انسان بنا دیا۔ آپؐ نے رہن سہن، میل ملاپ سے لے کر تجارت اور سیاست تک کے آداب سکھائے۔ حقوق العباد پر بہت زور دیا اور انسان کو انسان کے کام آنے کا درس دیا۔

امّی: بیٹی! معلوم ہوتا ہے کہ تمھارا دینی مُطالعہ وسیع ہے جبھی تو ایسی عمدہ بات چیت کر لیتی ہو۔

حسن: بات چیت ہی نہیں باجی تو ان معلومات پر عمل بھی کرتی ہیں۔ اسی لیے اپنے پرائے سب ان کے گرویدہ ہیں۔

امّی: بیٹے جیتے رہو! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو واقعی زندگی کے تمام معاملوں کے بارے میں بہترین نصیحتیں فرمائی ہیں۔ مثلاً آپؐ نے فرمایا: اپنے گھر کی دیوار اتنی اونچی نہ کرو کہ ہمسائے کی ہوا اور روشنی رُک جائے۔ سفر کے دوران میں دوسروں کے سُکھ کا خیال رکھو۔ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں سے پیار کرو۔ والدین کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھو۔ محنت و مشقت کو اپنا شِعار بناؤ۔ صبر اور تحمل سے مشکلات کا سامنا کرو۔ ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ میٹھی اور شائستہ بات کرو۔ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔ وعدہ پورا کرو۔ کسی کو حقیر نہ جانو۔

ندا: ہماری استانی صاحبہ بھی ہمیں اکثر دوسروں کے کام آنے کی تلقین کرتی رہتی ہیں۔

امّی: لیکن بیٹا! عام طور سے ہمارے قول و فعل میں تضاد پایا جاتا ہے۔ ہم سب محنت کے قائل ہیں اور محنت سے جی بھی چُراتے ہیں۔ دوسروں کے لیے مر مٹنے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور خود غرض بھی ہیں۔ سادگی کے قائل بھی ہیں اور تکلّف اور تعیُّش کے پیچھے دیوانہ وار بھاگ بھی رہے ہیں۔ ہم رشوت، ڈاکا زنی، دھوکا بازی، بے کار مشاغل، بدزبانی، حصولِ زر اور بے جا سِفارِش کو بُرا بھی کہتے ہیں اور ان سب بُرائیوں کو اختیار بھی کیے ہوئے ہیں۔

مشق

1۔ درست جواب کے شروع میں ''✓'' کا نشان لگائیں۔

(i) عائشہ کی خالہ نے عائشہ کو بلایا۔

(الف) کھانا پکانے کے لیے (ب) کپڑے سلانے کے لیے (ج) گھر سجانے کے لیے (د) شہر جانے کے لیے

(ii) اچانک ٹھنڈی ہوا چلی۔

(الف) صبح کو (ب) دوپہر کو (ج) شام کو (د) رات کو

(iii) بچوں کے واپس آنے کی وجہ تھی۔

(الف) پھسل جانا (ب) ٹریفک کی ہڑتال (ج) گاڑی کا خراب ہونا (د) کپڑوں کا خراب ہونا۔

2۔ مناسب حروف کی مدد سے خالی جگہ پُر کریں۔

(i) رات ۔۔۔۔۔۔ اچانک ٹھنڈی ہوا چلی۔

(ii) ہم کچی سڑک ۔۔۔۔۔۔ چل رہے تھے۔

(iii) دوسروں کے دکھ سکھ ۔۔۔۔۔۔۔ کام آؤ۔

(iv) دوسروں ۔۔۔۔ نیکی کرو۔

(v) بڑوں ۔۔۔۔۔ ادب کرو۔

(vi) ناپ تول ۔۔۔۔ کمی کرنا گناہ ہے۔

(vii) پیدا ہونے سے لے کر مرنے ۔۔۔۔۔ علم حاصل کرو۔

3۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب دیں۔

(i) بچے راستے سے پلٹ کر کیوں آئے؟

(ii) آدابِ معاشرت سے کیا مراد ہے؟

(iii) قول و فعل میں تضاد سے کیا مراد ہے؟

(iv) اسلامی معاشرتی آداب کا خیال نہ رکھنے کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

(v) ہمارے مسائل کا کیا حل ہے؟

4۔ مندرجہ ذیل الفاظ و محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کے معنی واضح ہو جائیں۔

آراستہ کرنا۔ ہاتھ بٹانا۔ کھٹائی میں پڑنا۔ کسر اٹھا نہ رکھا۔

5۔ واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیں۔

اطلاع۔ انتظامات۔ اصول۔ تکلف۔ مسائل۔ اساتذہ۔ ممکن۔ جذبہ۔ تعلیمات۔ مجلس۔ حقوق۔

6۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے متضاد لکھیں۔

بعید۔ پانی۔ تیز۔ محتاط۔ دکھ۔ محتاج۔

خواتین کی مِلّی خدمات

جب ہم اسلام سے پہلے زمانے کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا جاتا تھا۔ کون سا ظلم تھا جو اس پر روا نہیں رکھا جاتا تھا۔ اسے معاشرے میں عزت واحترام کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ اہلِ عرب اپنی بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیتے تھے۔

ان بدترین حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپؐ نے اسلام کا نُور زمانے میں پھیلایا۔ زندگی کے ہر شعبے میں ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ وہ عورت جس کے ساتھ غلاموں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا، اسلام نے اسے معاشرے کا ایک باعزت رکن قرار دیا۔ اب اس کے حقوق مقرر کر دیے گئے۔ عورت کے بلند مقام کا اندازہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حدیثِ مبارک سے ہوتا ہے جس کے مطابق جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ مسلم خواتین نے ہمیشہ ملتِ اسلامیہ کی خدمت کی ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی گریز نہیں کیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شمار عرب کے مال دار لوگوں میں ہوتا تھا۔ آپؓ اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کرنے والی پہلی خاتون تھیں۔ آپ نے اپنے مال و دولت کو اسلام کی تبلیغ کے لیے وقف کر دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسلام کی جیّد عالم تھیں۔ لوگ آپؓ سے مسئلے مسائل پوچھنے آتے۔ آپؓ ہمیشہ ان کی راہ نمائی فرماتی تھیں۔

اسلام کے ابتدائی زمانے میں مسلمانوں کی کفار کے ساتھ کئی ایک جنگیں ہوئیں۔ مسلمان خواتین اس موقع پر بھی کسی سے پیچھے نہ رہیں۔ یہ بہادر مسلمان خواتین میدانِ جنگ میں مسلم سپاہیوں کو پانی پلانے کی خدمت انجام دیتی رہیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کا فریضہ بھی ان خواتین نے اپنے ذِمّے

لے رکھا تھا۔ غزوۂ احد میں بہت سی مسلم خواتین نے بھی شرکت کی۔ حضرت عائشہؓ، اُمِّ سلیمؓ، اُمِّ سلیطؓ اور اُمِّ ایمن نے معرکہ گاہ میں زخمیوں کو پانی پلانے کی خدمت انجام دی۔ ان بہادر اور غیرت مند بیبیوں میں حضرت اُمِّ عمارہؓ بھی شامل تھیں۔ جب کفار پورا زور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کو نقصان پہنچانے کے لیے لگا رہے تھے تو آپؓ نے مشکیزہ پھینک کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت پر کمر باندھ لی۔ اس دفاع میں حضرت اُمِّ عمارہؓ کے جسمِ مبارک پر تیرہ زخم آئے۔

جنگِ یرموک میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے جنگی شعر پڑھ پڑھ کر مسلمان سپاہیوں میں جوش اور جذبہ پیدا کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر دشمن پر ٹوٹ پڑے اور جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔

جنگِ طرابلس میں فاطمہ بنت عبداللہ نے مجاہدین کو پانی پلانے کی خدمت انجام دی۔ اس خدمت کے دوران میں آپ نے شہادت پائی۔

اگر ہم برِّصغیر پاک و ہند کے حوالے سے دیکھیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ یہاں کی خواتین بھی ملّت کی خدمت کے لیے ہمیشہ پیش پیش رہیں۔ تحریکِ پاکستان میں ہماری خواتین مَردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی رہیں۔ بیگم نورالصباح لکھتی ہیں کہ قائداعظم کا خیال تھا کہ عورتوں کے تعاون کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ اگر مسلم خواتین اپنے مَردوں کو اس طرح تقویت پہنچائیں جس طرح انھوں نے عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں تقویت پہنچائی تو ہم بہت جلد اپنی منزلِ مقصود کو پا لیں گے۔

ملّی خدمت میں مولانا محمد علی جوہر کی والدہ محترمہ، بیگم محمد علی، بیگم ممدوٹ، محترمہ فاطمہ جناحؒ جیسی خواتین کے نام ناقابلِ فراموش ہیں۔ حصولِ پاکستان میں ملّت کے لیے خدمات کے حوالے سے ان کے نام روشن ستارے ہیں۔

مشق

1۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیں۔

(i) اسلام سے پہلے عورتوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جاتا تھا؟

(ii) اسلام نے عورتوں کو کیا مقام دیا؟

(iii) حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام کی کیا خدمت کی؟

(iv) حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لوگ کیا پوچھنے آتے؟

(v) فاطمہ بنتِ عبداللہ کون تھیں؟

2۔ مندرجہ ذیل الفاظ و محاورات کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

زندہ درگور کرنا۔ وقف کرنا۔ معرکہ گاہ۔ کمر باندھنا۔ پانسہ پلٹ دینا۔ تقویت۔ منزلِ مقصود۔

فخرِ جہاں

ہم فخرِ جہاں، فخرِ جہاں، فخرِ جہاں ہیں
ہم ارضِ مقدس کے جری شیر جواں ہیں

ہم سندھ کے جانباز ہیں سرحد کے جیالے
ہم راوی و مہراں کے کناروں کے اجالے

ہم طارق و محمود کی عظمت کے نشاں ہیں
ہم فخرِ جہاں، فخرِ جہاں، فخرِ جہاں ہیں

خالدؓ کا ہم آئیں ہیں، فاروقؓ کا دستور
ہر عہد کے بابرؒ ہیں، ہر اِک عہد کے تیمور

ہم فاتحِ خیبرؓ کی جلالت کے نشاں ہیں
ہم فخرِ جہاں، فخرِ جہاں، فخرِ جہاں ہیں

(ساقی جاوید)

مشق

1۔ اس ترانے کو زبانی یاد کریں اور اسمبلی / جماعت میں پڑھیں۔

2۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیں۔

i) شاعر نے ''ارضِ مقدس'' سے کیا مراد لیا ہے؟

ii) ''راوی'' اور ''مہران'' پاکستان کے کن علاقوں کی نمائندگی کرتے ہیں؟

iii) اس ترانے میں جن عظیم شخصیات کا ذکر آیا ہے۔ ان کا تعارف لکھیں۔

3۔ ان اشعار کی تشریح کریں۔

خالدؓ کا ہم آئین ہیں، فاروقؓ کا دستور
ہر عہد کے بابر ہیں، ہر اک عہد کے تیمور
ہم فاتحِ خیبرؓ کی جلالت کے نشاں ہیں
ہم فخرِ جہاں، فخرِ جہاں، فخرِ جہاں ہیں

4۔ اس ترانے کا مرکزی خیال لکھیں۔

لسان العصر اکبرالہ آبادی

لسان العصر سیّد اکبر حسین الہ آبادی اکتوبر 1845ء کو الہ آباد سے بارہ میل کے فاصلے پر واقع قصبے بارہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والدِ محترم سیّد تفضّل حسین رضوی علمِ ریاضی کے ماہر تھے۔ اکبر کو اپنے والد سے زبانی حساب سیکھنے کے بعد گیارہ سال کی عمر میں الہ آباد کے مشن سکول میں داخل کرا دیا گیا لیکن آپ یہاں زیادہ دیر تک تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ 1857ء کے ہنگامے نے ہندوستان بھر کو اپنی زد میں لے لیا۔ اس کے بعد آپ کے والدین تنگ دست ہو گئے اور یوں اکبر سے مشن سکول ہمیشہ کے لیے چھوٹ گیا۔ اس وقت تک آپ نے انگریزی کی ایک دو کتابیں پڑھی تھیں۔ گھر پر کچھ فارسی، عربی اور ریاضی میں بھی استعداد بہم پہنچائی تھی۔ کچھ مدّت مولوی محمد فاروق چڑیا کوٹی کے درس میں بھی شرکت کی۔ آپ زندگی بھر ذاتی مُطالعہ کرتے رہے۔ مسلسل ذاتی مطالعے سے آپ کی قابلیت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ لگاتار محنت اور صلاحیت کے بل بوتے پر ترقیوں اور کامیابیوں کے دروازے آپ پر کُھلتے گئے۔

آپ نے اِیسٹ انڈیا ریلوے میں پندرہ روپے ماہوار پر معمولی ملازمت اختیار کی اور سیشن جج کے عہدۂ جلیلہ سے ریٹائر ہوئے۔ حکومتِ برطانیہ نے 21 مئی 1898ء کو آپ کو خان بہادُر کے خطاب سے نوازا۔ 21 اکتوبر 1910ء کو آپ کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ ابھی یہ زخم پوری طرح بھرنے نہ پایا تھا کہ 5 جون 1913ء کو آپ کا بیٹا ہاشم تیرہ سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔ یہ دونوں حادثے ایسے تھے کہ آپ کی صحت جواب دے گئی۔ اَمراض نے غلبہ پا لیا۔ عمر کے آخری سال بڑی مایوسی اور دل شکستگی میں گزرے۔ آخر کار آپ 9 ستمبر 1921ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

اکبرالہ آبادی کی شہرت کا انحصار ان کی طنزیہ اور ظریفانہ شاعری پر ہے۔ آپ چونکہ سرکاری ملازم بھی تھے اس لیے ان حالات میں یہ ممکن نہیں تھا کہ انگریزوں کو کھلم کھلا للکارتے۔ ان

مجبوریوں کے باعث آپ نے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے مزاحیہ انداز اختیار کیا۔ آپ نے اپنی شاعری میں مغربی تہذیب پر بھرپور تنقید کی ہے۔

انگریز برِصغیر میں تاجر بن کر آئے اور تاج وَر بن گئے۔ وہ اپنے ساتھ اپنا نظامِ تعلیم بھی لائے۔ اس نظامِ تعلیم کا مقصد ایسے طلبہ کی کھیپ تیار کرنا تھا جو رنگ اور نسل کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر اخلاق اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو۔ انگریزوں نے پراپیگنڈے کا ہتھیار استعمال کر کے یہ تاثُر دینے کی کوشش کی کہ وہ ہندوستان کی ترقّی اور خوش حالی چاہتے ہیں، حالاں کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔ وہ ہندوستان کو دونوں ہاتھوں سے لُوٹ رہے تھے اور ہندوستان کی دولت انگلستان کی خوش حالی میں اضافے کا باعث بن رہی تھی۔

اکبر الہ آبادی نے مغربی تہذیب و تمدُّن کی اندھی تقلید پر شدید نکتہ چینی کی ہے۔ مغربی تہذیب کا دلدادہ گروہ مذہب کو سائنس اور فلسفے کے تابع بنا رہا تھا۔ جدید تعلیم یافتہ طبقے کے ذہنوں پر مغرب کا رعب قبضہ جما چکا تھا۔ سیاسی غلامی تو تھی ہی، اب ذہنی غلامی کا آغاز بھی ہو چکا تھا۔ یہ اس ذہنی غلامی ہی کا نتیجہ تھا کہ یہ طبقہ مغرب کی ہر بات کو اعلیٰ و برتر اور مشرق کی ہر چیز کو ادنیٰ و پست سمجھنے لگا تھا۔ اکبر نے اس مشکل گھڑی میں قوم کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔

اپنی حکومت کو دوام بخشنے کے لیے انگریز قوم نے یہاں ایسا نظام رائج کیا جس کا مقصد مسلمانوں کے ذہنوں سے ماضی کی شان و شوکت اور عظمت وسَطوَت کا نقش مٹا دینا تھا۔ چنانچہ تعلیمی ادارے بنائے گئے، یورپ سے استاد منگوائے گئے اور ایسا نظامِ تعلیم رائج کر دیا گیا، جس نے چند برسوں میں لوگوں کے ذہن تبدیل کر دیے۔

اکبر الہ آبادی مغربی تعلیم کے مخالف اسی لیے تھے کہ اس نے مسلمانوں کو ان کے آبا و اجداد سے غافل کر دیا تھا، مسلمان اپنے ماضی کی درَخشاں روایات سے بے بہرہ ہوتے چلے جا رہے تھے۔

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے
دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

جدید تعلیم سے آراستہ افراد اپنی معاشرت سے بیگانہ ہوتے جا رہے تھے۔ وہ انگریزی تہذیب اور معاشرت پر جان چھڑکنے لگے تھے۔ وہ انگریزی تمدُّن سے اس قدر مرعوب ہو چکے تھے

کہ انگریزی بولنے میں فخر محسوس کرتے، اپنی گفتگو میں یورپی مفکرین کے حوالے دیتے۔ ان کے نزدیک قدیم تعلیم یافتہ افراد غیر مہذب تھے۔ گویا اس نئی نسل نے اپنے آباو اجداد کے خلاف بغاوت کا علَم بلند کر دیا تھا۔ اکبر نے اپنی شاعری کے ذریعے سے مغربیت کے سَیلاب کے آگے بند باندھنے کی کوشش کی۔ انھوں نے یہ کہ کر قوم کو احساس دلایا۔

طِفل سے بُو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبے کا ہے، تعلیم ہے سرکار کی
ہم ایسی کل کتابیں قابلِ ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے لڑکے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں
تعلیم جو دی جاتی ہے ہمیں وہ کیا ہے فقط بازاری ہے
جو عَقل سکھائی جاتی ہے وہ کیا ہے فقط سرکاری ہے

انگریزی تعلیم کا مقصد لائق، ہنرمند اور ذہین افراد تیار کرنا نہ تھا بلکہ کلرک پیدا کرنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں انگریزی تعلیم زیادہ تر آرٹس کے مضامین تک محدود رہی۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے علم سے مسلمانوں کو واقف کرانا انگریزی تعلیم کا مقصد نہیں تھا۔ اکبر انگریزی تعلیم کو خوب سمجھتے ہیں۔

چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کھا ڈبل روٹی، کلرکی کر، خوشی سے پھول جا
مذہب چھوڑو، ملّت چھوڑو، صورت بدلو، عمر گنواؤ
صرف کلرکی کی امید اور اتنی مصیبت توبہ توبہ

مغربی تہذیب نے پرانی اَقدار پر حملہ کیا تھا۔ ہماری پرانی قدریں ہمیں اِخلاص و تقویٰ سکھاتی تھیں، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے محبت کرنے کا درس دیتی تھیں۔ مغربی تہذیب کا مرکز و محور خود غرضی اور ظاہر داری تھا۔ یہ تہذیب مادّہ پرستی سکھا رہی تھی۔ اب دولت ہی سب سے بڑی قدر بن گئی تھی۔ اکبر نے اس صورتِ حال کی تصویر کشی ان الفاظ میں کی ہے۔

نہیں کچھ اس کی پرسش اُلفتِ اللہ کتنی ہے
سبھی یہ پوچھتے ہیں آپ کی تنخواہ کتنی ہے

مغربی تہذیب نے عورت کو بے باکی اور بے پردگی سکھائی۔ اکبر نے اپنی شاعری میں مشرقی اور مغربی عورت کا موازنہ کیا۔ مشرقی عورت اپنے خاوند کے آرام وسکون کا خیال رکھتی ہے، اپنے بچوں کی تربیت کی طرف خاص توجہ دیتی ہے جب کہ مغربی عورت کو آزادی پسند ہے، وہ ناچنے گانے اور گھومنے پھرنے کو گھر کی چاردیواری پر ترجیح دیتی ہے۔ اکبر کو مشرقی عورت عظمت کا مینار نظر آتی ہے۔ وہ مغرب زدہ عورت سے شدید نفرت کرتے ہیں۔

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

حامدہ چمکی نہ تھی انگلش سے جب بیگانہ تھی
اب ہے شمعِ انجمن پہلے چراغِ خانہ تھی

آج جب کہ ہر طرف سے مغربی تہذیب کی یلغار ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے مذہب سے رشتہ استوار کریں اور اپنے اَسلاف کی زرّیں روایات سے رہنمائی حاصل کریں۔ ہم اپنے تہذیبی وَرثے اور اخلاقی قدروں سے پیار کریں۔ سائنسی اور فنی تعلیم سیکھیں اور وطنِ عزیز کی خوشحالی میں اپنا حصہ ڈالیں۔ اکبرالہ آبادی آج بھی ہمیں پیغام دے رہے ہیں۔

وہ باتیں جن سے قومیں ہو رہی ہیں نامور سیکھو
اٹھو تہذیب سیکھو، صنعتیں سیکھو، ہنر سیکھو
خدا کے واسطے اے نوجوانو! ہوش میں آؤ
دلوں میں اپنے غیرت کو جگہ دو، جوش میں آؤ

مشق

1۔ ہر سوال کے درست جواب کے شروع میں دائرہ لگائیں۔

i۔ اکبرالہ آبادی کا ماہِ پیدائش ہے۔

(الف) ستمبر 1845ء (ب) اکتوبر 1845ء (ج) نومبر 1845ء (د) دسمبر 1845ء

ii۔ اکبرالہ آبادی کی تاریخِ وفات ہے۔

(الف) 9 ستمبر 1921ء (ب) 9 اکتوبر 1921ء (ج) 9 نومبر 1921ء (د) 9 دسمبر 1921ء

iii۔ اکبرالہ آبادی نے کس تہذیب پر تنقید کی؟

(الف) یونانی (ب) ایرانی (ج) مغربی (د) جاپانی

iv۔ انگریز کیا بن کر برصغیر میں آئے؟

(الف) رہبر (ب) شاعر (ج) افسر (د) تاجر

v۔ انگریزی تعلیم کا بنیادی مقصد پیدا کرنا تھا۔

(الف) کلرک (ب) افسر (ج) سائنس دان (د) انجینئر

2۔ مناسب الفاظ لگا کر خالی جگہ پُر کریں۔

1۔ اکبرالہ آبادی ۔۔۔۔۔۔۔ نامی قصبے میں پیدا ہوئے۔

2۔ اکبرالہ آبادی نے ۔۔۔۔۔۔۔ کے درس میں شرکت کی۔

3۔ اکبر کا جوان بیٹا ہاشم ۔۔۔۔۔۔۔ سال کی عمر میں فوت ہوا۔

4۔ اکبر کی شاعری طنزیہ اور ۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

5۔ مغربی تہذیب عورت کو ۔۔۔۔۔۔۔ سکھاتی ہے۔

3۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب دیں۔

i۔ اکبرالہ آبادی زیادہ دیر تک مشن سکول میں کیوں تعلیم حاصل نہ کر سکے؟

ii۔ اکبرالہ آبادی نے اپنی قابلیت میں کس طرح اضافہ کیا؟

iii۔ عمر کے آخری حصے میں اکبر کو کن حادثات سے دوچار ہونا پڑا؟

iv۔ اکبرالہ آبادی نے مزاحیہ اندازِ شاعری کیوں اختیار کیا؟

v۔ انگریزی نظامِ تعلیم کا مقصد کیسے نوجوان تیار کرنا تھا؟

vi۔ ذہنی طور پر مسلمان انگریزوں کے غلام بن گئے، اس ذہنی غلامی کا کیا نتیجہ نکلا؟

vii۔ موجودہ دَور میں اکبر الہ آبادی سے کس طرح استفادہ کیا جا سکتا ہے؟

4۔ مندرجہ ذیل الفاظ و محاورات اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کے معنی واضح ہو جائیں۔

زخم بھرنا۔تنقید۔جان چھڑکنا۔علم بلند کرنا۔

5۔ مندرجہ ذیل الفاظ کا تلفظ اعراب کی مدد سے واضح کریں۔

تاثر۔تمدن۔شخص۔سطوت۔محور۔عقل۔

6۔ واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیں۔

آبا۔اجداد۔روایات۔فکر۔عمل۔قول۔مفکرین۔اطوار۔مذہب۔اسلاف۔

7۔ مغرب زدہ میں ''زدہ'' لاحقہ ہے۔اس لاحقے کی مدد سے مزید پانچ لفظ بنائیں۔

ابتدائی طبّی امداد کی اہمیّت اور اِفادیت

پچھلے سال کی بات ہے کہ میں اپنے بیٹوں عمیر اور عزیر کے ساتھ لاہور سے اسلام آباد جانے کے لیے بس پر سوار ہوا۔ جونہی ہم نے بس میں قدم رکھا عمیر نے دیکھا کہ بس کی اگلی سیٹ کے اوپر سلیٹی رنگ کا ایک ڈِبّا لٹک رہا ہے جس کے ایک طرف سرخ ہلال کا نشان ہے دوسری طرف انگریزی میں **FIRST AID BOX** اور اردو میں ابتدائی طبّی امداد لکھا ہے۔ عمیر تجسُّس پسند ہے اور سوال پر سوال کیے چلا جاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ کبھی کبھی میں اس کے پے در پے سوالات سے زِچ بھی ہو جاتا ہوں۔ خیر! ابھی ہم ٹھیک سے اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھے بھی نہ تھے کہ عمیر میاں نے حسبِ عادت سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ پہلا سوال اس ڈبّے کے بارے میں تھا جو اس کے سامنے لگا اسے دعوتِ فکر دے رہا تھا۔

عمیر: ابّو! یہ ڈِبّا یہاں کیوں لٹک رہا ہے؟ یہ کِس مرض کی دوا ہے؟

میں: بیٹے! یہ ابتدائی طبّی امداد کا صندوقچہ ہے اور کسی ایک مرض کی دوا نہیں بلکہ بہت سے امراض میں کام آتا ہے۔

عمیر: میں سمجھا نہیں۔ ذرا تفصیل سے بتایئے۔

میں: عمیر! یہ ڈِبّا بہت مفید اور کارآمد چیز ہے۔ اس میں سر درد کی گولیوں سے لے کر زخمیوں کی مرہم پٹی تک کا سامان موجود ہے۔ اس میں زخموں پر لگانے والی دوائیں ہیں۔ ہڈیوں اور جوڑوں کو سیدھا کرنے کے لیے لکڑی کی کھپچیاں اور پٹیاں بھی موجود ہیں۔ اس میں وہ سب کچھ ہے جو حادثے کی صورت میں کسی مریض یا زخمی کی جان بچانے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

عمیر: کیا یہ ڈِبّا صرف حادثات ہی میں کام آتا ہے اور بسوں ہی میں رکھا جاتا ہے؟

میں: جی ہاں اس ڈبے کی ضرورت زیادہ تر حادثات میں پیش آتی ہے لیکن اسے صرف بسوں میں نہیں رکھا جاتا بلکہ اسے ہر اُس جگہ رکھا جاتا ہے جہاں حادثہ پیش آ سکتا ہے۔ ریل، ہوائی جہاز، بس، ٹرک، ہر جگہ اس کا ہونا ضروری ہے۔

عمیر: لیکن لوگ اپنی ذاتی گاڑیوں اور کاروں میں فرسٹ ایڈ بکس کیوں نہیں رکھتے؟ حادثہ تو انھیں بھی پیش آ سکتا ہے۔

میں: آپ نے صحیح کہا، یہ ڈِبا تو ہر گاڑی میں ہونا چاہیے۔ کیا خبر کس وقت اس کی ضرورت پڑ جائے۔ ڈبے کا گاڑی میں نہ ہونا لوگوں کی غفلت اور لاپروائی کا مظہر ہے۔

عمیر: تو گویا یہ ڈِبا صرف سفر کی ضروریات میں سے ایک ہے۔

میں: نہیں یہ بہت سے موقعوں پر کام آ سکتا ہے مثلاً کوئی بچہ سیڑھی سے گر جائے، چھت سے نیچے آ گرے، کوئی کھانا پکاتے ہوئے اپنا ہاتھ جلا بیٹھے یا کوئی شخص غلطی سے بجلی کے ننگے تار کو چھو لے، ان سب صورتوں میں فوری طور پر یہی ڈبّا کام آ جائے گا۔ اس لیے اسے ہر گھر میں رکھنا بے حد ضروری ہے۔

عمیر: پھر تو اس ڈبے کو سکول میں بھی ہونا چاہیے کیوں کہ وہاں بھی تو بچے بھاگتے دوڑتے اور گرتے رہتے ہیں۔

میں: بالکل درست! یہ ڈبّا ہر سکول میں رکھا جاتا ہے۔ چھٹیوں کے بعد جب آپ سکول جائیں تو آپ اِس ڈبے کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے گا۔

عمیر: لیکن کھیل کے میدان میں تو اس کی ضرورت اور بھی زیادہ ہے۔

میں: یقیناً، جہاں کسی کو کرکٹ کا بال لگا یا ہاکی کی سٹک لگی۔ وہیں ریفری، کپتان یا کوئی اور کارکن کھیل بند کر کے بھاگم بھاگ یہ ڈبا لے کر میدان میں آ جاتا ہے اور زخمی کھلاڑی کی مرہم پٹی کر کے اسے کھیل کے میدان سے باہر لے آتا ہے۔

عمیر: یہ ڈِبا اور کِس جگہ اور کس کس موقع پر کام آتا ہے؟

میں: ہر اس جگہ پر جہاں حادثے کا خطرہ موجود ہو مثلاً دریا، جھیلیں، ساحلِ سمندر، تیراکی کے تالاب، پارک اور سیر گاہیں۔ گھڑ دوڑ کے میدان، سٹیڈیم اور کھیل کے میدان۔ ہمیں اس کی ضرورت کہیں بھی پڑ سکتی ہے۔

عمیر: بھائی جان! کیا آپ کو اس ڈبّے کا استعمال آتا ہے؟

عزیر: ہاں کیوں نہیں! میں نے ایک زمانے میں اس کی باقاعدہ تربیت حاصل کی تھی۔ اس کا جاننا تو سب کے لیے ضروری ہے۔ نرس اور ڈاکٹر تو صرف ہسپتالوں میں ملتے ہیں۔ گھروں، سڑکوں اور دوسری جگہوں پر زخمیوں کی فوری دیکھ بھال تو ہمیں خود ہی کرنا پڑتی ہے۔

عمیر: آپ کوئی واقعہ سنائیے جس میں آپ نے ڈبا خود استعمال کیا ہو۔

عزیر: بھائی! میں نے یہ ڈبا کئی مرتبہ استعمال کیا ہے۔ مثلاً آپ کو یاد ہوگا کہ دو سال قبل دادا غسل خانے میں نہاتے ہوئے پھسل گئے تھے۔ انھیں ایسی چوٹ لگی کہ ان کے لیے اُٹھنا اور چلنا محال تھا۔ میں نے دیکھا تو کولھے کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ میں نے اور امّی نے انھیں سہارا دے کر بڑی مشکل سے غسل خانے سے باہر نکالا۔ جلدی سے فرسٹ ایڈ بکس سے پٹی نکالی، ہڈی کو سیدھا کر کے اسے کس کر باندھ دیا۔ اس ڈبّے میں درد دُور کرنے والی گولیاں بھی تھیں۔ انھیں وہ گولیاں کھلائیں۔ ڈبّے سے ایک ٹیوب نکال کر درد والی جگہ پر ہلکی ہلکی مالش کی۔ گرم پانی کی بوتل سے اس جگہ پر ٹکور کرتے رہے۔ انھیں ذرا افاقہ ہوا تو ایمبولینس منگوا کر ہسپتال لے گئے جہاں اپریشن کے ذریعے سے ہڈی جوڑ دی گئی۔ اب الحمدللہ وہ بالکل تن درست ہیں۔

عمیر: ابو جی! آپ بھی کوئی واقعہ سنائیں۔

میں: آپ ابھی بچّے تھے کہ آپ کی باجی کے دوپٹے کو کھانا پکاتے آگ لگ گئی تھی۔ آگ دوپٹے سے قمیص کو جا لگی۔ ثمینہ نے شور مچایا اور گھر میں دوڑنا شروع کر دیا۔ دوڑنے سے آگ اور بھڑکی۔ میں نے جلدی سے ایک کمبل پھینکا اور اسے بیٹھنے کو کہا۔ کمبل سے آگ بجھ گئی۔ میں نے قینچی سے قمیص کو کاٹا۔ اس کے جسم کے بہت سے حصے جل چکے تھے۔ وہ تڑپ رہی تھی۔ میں نے فرسٹ ایڈ بکس سے ٹیوب نکالی اور زخم صاف کر کے ان پر لگانی شروع کی۔ بعض زخموں کو سرخ دوائی سے دھویا۔ ان پر مرہم لگایا۔ درد دُور کرنے کے لیے گولیاں کھلائیں اور اس کی جان بچ گئی ورنہ ہم تو اس کی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

عمیر: مجھے تو اس کا پتا ہی نہیں اب تو باجی ماشاء اللہ ٹھیک ٹھاک ہیں۔ زخموں کا نشان بھی باقی نہیں رہا۔

میں: الحمدللہ! لیکن ہم نے ان کے علاج میں غفلت نہیں برتی۔ ان کی پلاسٹک سرجری بھی ہوئی اور اب وہ اللہ کے فضل سے پہلے کی طرح خوب صورت نظر آتی ہیں۔

عزیر: ابّو! ایسا ہی ایک واقعہ مجھے یاد ہے۔ سناؤں!

میں: ہاں بیٹے ضرور سنایئے!

عزیر: پچھلے سال ہم اپنے سکول کے تالاب میں نہا رہے تھے۔ ایک لڑکا تیرنا نہیں جانتا تھا۔ تیراکی کے شوق میں گہرے پانی میں چلا گیا اور لگا ڈبکیاں کھانے۔ ہمارے تیراکی کے استاد کی نظر اس پر پڑی تو انھوں نے فوراً چھلانگ لگائی اور لڑکے کو بازوؤں میں اٹھا کر باہر لے آئے۔ اس وقت لڑکا بے ہوش تھا۔ اس کے پیٹ میں پانی پڑ چکا تھا۔ ہم سب گھبرائے۔ اِس کا بچنا مشکل نظر آ رہا تھا۔ استاد جی کی ہمّت اور مہارت کام آئی۔ انھوں نے اس کو زمین پر لٹا کر اس کے پیٹ کو دبا دبا کر منہ کے راستے اس کا پانی نکالا۔ اس کا سانس بحال کیا۔ سب نے شکر ادا کیا۔ گولیاں وغیرہ جو فرسٹ ایڈ بکس میں موجود تھیں، کھلائی گئیں اور ایمبولینس پر ڈال کر ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ اگر تالاب کے کنارے پر اسے فوری امداد نہ ملتی تو بچارہ چل بسا تھا۔

عمیر: ابا جان! ہمارے سکول کی گراؤنڈ میں تو اس کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔ پرسوں ایک لڑکے کی آنکھ پر کرکٹ کا گیند لگا۔ اس کی آنکھ زخمی ہوگئی۔ کپتان نے کھیل روک کر فرسٹ ایڈ بکس منگوایا اور اس کی آنکھ پر مرہم رکھا، پٹی باندھی، درد کی گولی کھلائی اور لڑکے کو ہسپتال لے گئے۔

اسی طرح ایک روز ڈرامے کی سٹیج پر بجلی کا ایک تار اتفاق سے ننگا پڑا تھا۔ ایک لڑکے نے غلطی سے اسے چھو لیا۔ تار کو چھوتے ہی وہ دھڑام سے زمین پر گرا۔ سٹیج پر شور مچ گیا۔ ایک لڑکے نے جو ابتدائی طبی امداد کے اصولوں سے واقف تھا، دوسرے لڑکوں کو اس کے قریب جانے سے روک دیا۔ لکڑی کی لاٹھی سے اسے ہلایا جُلایا جب دیکھا کہ اس میں بجلی کے اثرات نہیں ہیں تو اسے ہوش میں لانے کی تدبیر کی۔ بجلی کے تار کو لاٹھی سے ایک طرف کیا۔ بکس سے ٹیپ نکالی اور ننگے تار کو ٹیپ سے اچھی طرح سے باندھ دیا۔ لڑکا جب ہوش میں آیا تو سب نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اسے مزید علاج کے لیے ہسپتال پہنچا دیا۔

میں: میرا خیال ہے کہ آپ ابتدائی طبی امداد کی افادیت سمجھ گئے ہیں۔

عمیر: جی ہاں ابو، میں اس تمام گفتگو سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ابتدائی طبی امداد کا جاننا اور فرسٹ ایڈ بکس کا رکھنا دونوں بہت ضروری ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم سب فرسٹ ایڈ کی تربیت حاصل کریں لیکن ابا جان! یہ تربیت ہم کہاں سے لیں اور کیسے حاصل کریں؟

میں: بیٹے، تربیت حاصل کرنا تو کوئی مشکل کام نہیں۔ آپ کے سکول ہی میں اس کی تربیت کا انتظام ہوگا۔ ہر درس گاہ میں ابتدائی طبی امداد کے مراکز قائم ہیں جہاں سکاؤٹس اور گائیڈز کو اس کی تربیت دی جاتی ہے۔ اس تربیت کے لیے ڈاکٹروں اور نرسوں کی امداد حاصل کی جاتی ہے جو پٹی باندھنا، زخموں پر مرہم لگانا، ٹیکے لگانا، مصنوعی سانس دینا اور اس قسم کی دوسری مہارتیں سکھاتے ہیں۔ آپ بھی چاہیں تو اپنے سکول سے اس کی تربیت لے سکتے ہیں بلکہ میں تو کہوں گا کہ تربیت ضرور لیں۔

عمیر: جی ابا جان! میں بھی بھائی عزیر کی طرح سکول کھلتے ہی سب سے پہلے یہی کام کروں گا۔

بس چلتی رہی، ہم باتیں کرتے رہے۔ باتوں میں وقت کا پتا ہی نہ چلا یہاں تک کہ ہم اسلام آباد آ پہنچے۔

مشق

1۔ ''حقیقت پسند''، 'صلح پسند'، ''ترقی پسند'' اسم فاعل ہیں۔ انھیں اپنے جملوں میں استعمال کریں۔

2۔ مندرجہ ذیل الفاظ پر اعراب لگا کر ان کا تلفظ واضح کیجیے۔

منظہر۔ مالش۔ زخم۔ نظر۔ غلطی۔

3۔ مندرجہ ذیل مرکبات کو فقروں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کے معنی واضح ہو جائیں۔

فی الفور۔ فی الحقیقت۔ فی الواقع۔ فی الحال۔

4۔ سامنے دیے ہوئے الفاظ میں سے صحیح لفظ چن کر مندرجہ ذیل جملوں میں خالی جگہ پُر کیجیے۔

i۔ ابتدائی طبی امداد کا ڈبا ہر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی ضرورت ہے۔ (گھرٌ، آدمی)

ii۔ ابتدائی طبی امداد سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کو بچایا جا سکتا ہے۔ (زخمیوں کو، جانوروں کو)

iii۔ آپ ابتدائی طبی امداد کی تربیت قریبی۔۔۔سے لے سکتے ہیں۔ (مرکز صحت، دکان)

iv۔ ابتدائی طبی امداد کی ٹریننگ لینا ہر فرد کے لیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔ (واجب، بہتر ہے)

برائے اساتذہ:

اپنے شہر یا کسی قریبی شہر کے کسی ڈاکٹر یا نرس کو سکول میں مدعو کریں اور فرسٹ ایڈ کی اہمیت پر لیکچر دلوائیں۔

فرسٹ ایڈ بکس لا کر دکھائیں اور اس کے اندر موجود اشیا کا تعارف کروائیں۔

طلبہ سے فرسٹ ایڈ کی اہمیت اور افادیت پر مضمون لکھوائیں۔

دیہی اور شہری زندگی کا موازنہ

ہمارے ملک کی 32.5 فی صد آبادی شہروں میں رہتی ہے، 67.5 فی صد لوگ دیہات میں بستے ہیں۔ دیہات میں رہنے والوں کی اکثریت زراعت کے پیشے سے مُنسلِک ہے۔ زیادہ دیر پہلے کی بات نہیں ہے جب کھیتی باڑی کے تمام کام ہاتھ سے کرنا پڑتے تھے۔ صبح سویرے کسان اپنے بَیلوں کو لیے کھیتوں کا رُخ کرتے تھے۔ ترنگ میں آکر تانیں اڑاتے تھے۔ بَیلوں کے گلے میں بندھی گھنٹیاں، فضاؤں کی خاموشی میں رس گھولتی تھیں۔ حفیظ جالندھری نے اپنی ایک نظم میں یہی منظر کشی کی ہے۔

کسان اٹھ کھڑے ہوئے — مویشیوں کو لے چلے
کہیں مزے میں آگئے — تو کوئی تان اڑا گئے
یہ سرد شبنمی ہَوا — یہ صحت آفریں سماں
یہ فرش سبز گھاس کا — یہ دل فریب آسماں
بسے ہوئے ہیں پریت میں — ہیں محو ان کے گیت میں
کہاں ہیں شہر کے مکیں — وہ بے نصیب اُٹھے نہیں

اب مشینوں کے آجانے سے کھیتی باڑی میں جدید مشینری اور آلات استعمال ہونے لگے ہیں۔ بَیلوں سے ہل چلانے کی بجائے ٹریکٹر کی مدد سے کھیت میں ہل چلایا جاتا ہے۔ کنویں کی جگہ ٹیوب ویل نے لے لی ہے۔ دیہات میں زیادہ تر گھر کچے ہوتے تھے، پختہ مکانات اِکاّ دُکاّ نظر آتے تھے، دیہات میں کچی اور ٹوٹی پھوٹی سڑکیں تھیں، ذرائع آمدورفت محدود تھے۔ بجلی کی سہولت بڑے بڑے شہروں اور قصبات تک محدود تھی۔ رابطے کا واحد ذریعہ خط تھا لیکن ترقیاتی منصوبوں پر مؤثر عمل درآمد کے نتیجے میں اب یہ صورتِ حال بدل چکی ہے۔ دیہات میں پکّی اینٹوں کے مکانات بن چکے ہیں۔ پختہ

سڑکوں کے ساتھ دیہات کو شہروں سے ملا دیا گیا ہے۔ اکثر و بیشتر دیہات میں بجلی پہنچائی جا چکی ہے اور باقی دیہات میں بجلی پہنچانے کا کام تیزی سے جاری ہے۔ ٹیلی فون کی سہولت بھی بہت سے دیہات تک پہنچ چکی ہے۔ دیہات کا رابطہ پوری دنیا سے قائم ہو چکا ہے لیکن دیہات اور شہروں میں کئی ایک فرق موجود ہیں۔ دیہاتی زندگی فطرت کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ دیہات کی کھلی فضا، تازہ ہوا، کھلے گھر اور صاف ستھرا ماحول یہاں کے باسیوں کی زندگی پر مثبت اثرات مرتّب کرتا ہے۔ یہ لوگ سیدھے سادے اور پُر خلوص ہوتے ہیں۔ سادہ زندگی، سادہ رہن سہن اور سادہ خوراک ان کی پہچان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیہات میں رہنے والوں کی صحّت قابلِ رشک ہوتی ہے۔ دیہات میں رہنے والے جسمِ واحد کی مانند نظر آتے ہیں۔ انسان تو درکنار اگر کسی کا جانور بھی بیمار پڑ جائے تو یہ لوگ اس درد کو اپنے دل میں محسوس کرتے ہیں۔ یہاں کے لوگ اس مصرعے کی سچّی اور حقیقی تصویر پیش کرتے ہیں۔

سانجھی اپنی خوشیاں اور غم ایک ہیں

دیہات میں رہنے والے محنتی اور جفاکش ہوتے ہیں۔ دسمبر کے یخ بستہ دن ہوں یا جون کی چلچلاتی دھوپ، یہ ہمّت کے دھنی اور محنت کے پیکر سرگرمِ عمل دکھائی دیتے ہیں۔

وہ تھکتے ہیں اور چین پاتی ہے دنیا
کماتے ہیں وہ اور کھاتی ہے دنیا

لیکن ابھی تک دیہات میں جدید طبی سہولیات اور آلات سے مُزیّن ہسپتال نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اسی طرح یہاں اچھے تعلیمی ادارے بھی نہیں ملتے۔ کم عِلم ہونے کے باعث یہ لوگ ضَعِیفُ الاِعتِقاد اور توہُّم پرَست ہوتے ہیں۔

دیہاتی زندگی کے برعکس شہری زندگی میں سُکون نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ یہاں تازہ ہوا کا گزر نہیں ہوتا۔ آلودہ فضا یہاں کے مکینوں کا مقدّر ہے۔ یہ لوگ سانس کھینچتے ہیں تو ساتھ گرد و غُبار اور دھواں بھی ان کے پھیپھڑوں میں جاتا ہے۔ ٹریفک کا بے ہنگم شور ان میں چڑچڑا پن پیدا کر دیتا ہے۔ تنگ و تاریک گلیاں اور چھوٹے چھوٹے مکانات ان کی صحّت کو تباہ کر دیتے ہیں۔ بہتر طبّی سہولیات ہونے کے باوجود شوگر، بلڈ پریشر اور دل کے حملوں کا شکار ہونے والوں کی ایک بڑی

تعداد کا تعلّق شہروں سے ہوتا ہے۔ دیہات میں بالعموم ذہنی کھنچاؤ اور اعصابی تناؤ ایسی بیماریاں نہیں پائی جاتیں۔ یہ بیماریاں بھی زیادہ تر شہر والوں کا حصّہ ہیں۔ شہروں میں سبزہ غائب ہوتا جا رہا ہے۔ کہیں کہیں پارک ضرور ہیں مگر ہر محلّے اور آبادی میں یہ سہولت موجود نہیں۔

شہر کے لوگ دیہات کی نسبت زیادہ پڑھے لکھے اور باشعور ہوتے ہیں۔ یہ ٹونے ٹوٹکوں اور جاہلانہ رسموں پر بہت کم یقین رکھتے ہیں۔ یہاں بہتر طبی سہولیات دستیاب ہوتی ہیں۔ یہاں ماہر مُعالج موجود ہوتے ہیں۔ ہر قسم کے اپریشن کروانے کی سہولت یہاں ہوتی ہے۔

تعلیمی سہولیات بھی دیہات کی نسبت زیادہ ہوتی ہیں۔ شہروں میں عام تعلیمی اداروں کے ساتھ ساتھ فنّی اور تکنیکی علوم سکھانے کی سہولت بھی دستیاب ہوتی ہے۔ شہر میں رہنے والوں کو روزگار کے مواقع زیادہ میسر ہوتے ہیں۔ یہاں کی اکثریت ملازمت یا کاروبار سے وابستہ ہوتی ہے۔

شہری زندگی کی ایک خامی یہاں کی تیزی اور مصروفیت ہے۔ کسی کے پاس کسی کے دکھ درد میں شریک ہونے کے لیے فرصت نہیں۔ یہاں انسانی رشتے کمزور پڑ گئے ہیں۔ بعض اوقات لوگوں کو اپنے ہمسائے تک کی خبر نہیں ہوتی۔ یہاں نفسی نفسی اور آپا دھاپی کے مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں۔

شہر کے لوگوں میں سادگی کم ہوتی ہے۔ یہاں تَصَنُّع اور ریاکاری کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔ یہاں رہنے والوں کو فطری حسن سے لطف اندوز ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ فلک بوس عمارتوں میں رہتے ہوئے بھی یہاں کے مکین طلوع و غروبِ آفتاب کے مناظر سے حظ اٹھانے سے محروم رہتے ہیں۔

دیہات میں قریباً ہر چیز اپنی اصلی اور خالص حالت میں ملتی ہے جب کہ شہروں میں خالص اشیا نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔ آج کل دیکھنے میں آ رہا ہے کہ شہروں میں دن سوتے اور راتیں جاگتی ہیں۔ رات گئے تک ٹی۔ وی اور دوسری تفریحات وغیرہ سے محظوظ ہوتے رہنا اور صبح دیر سے جاگنا یہاں کے رہنے والوں کا معمول بنتا چلا جا رہا ہے۔ شہری زندگی کے انھی ہنگاموں، شور غل، بے مروّتی اور مصروفیات سے تنگ آ کر احسان دانش کو یہ کہنا پڑا تھا کہ

واہ رے دیہات کے سادہ تمدّن کی بہار
سادگی میں بھی ہے کیا کیا تیرا دامن زر نِگار

دل یہ کہتا ہے فراقِ انجمن سہنے لگوں
شہر کی رنگینیاں چھوڑوں یہیں رہنے لگوں

دیہاتی اور شہری زندگی کا موزانہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ دونوں اپنے اندر خوبیاں اور خامیاں لیے ہوئے ہیں۔ دونوں کے اپنے اپنے مسائل ہیں۔ ہمیں ان مسائل کے حل کے لیے سوچنا چاہیے تاکہ ہمارا ملک امن وسکون کا گہوارہ بنے اور یہاں رہنے والے خوش حال ہوں۔

ہمیں چاہیے کہ دیہات میں اعلیٰ تعلیم کے ادارے اور جدید سہولتوں سے آراستہ طبی مراکز قائم کریں، یہاں روزگار کے زیادہ مواقع پیدا کرنے کے لیے فیکٹریاں اور کارخانے لگائے جائیں تاکہ دیہات سے شہروں کی طرف نقل مکانی کرنے کا رُجحان کم ہو سکے۔

مشق

1۔ مناسب لفظ لگا کر خالی جگہیں پُر کریں۔

(i) ہمارے ملک کے --------- فی صد لوگ دیہات میں رہتے ہیں۔

(ii) پاکستان کی ----------- آبادی شہروں میں آباد ہے۔

(iii) دیہاتی زندگی ----------- کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

(iv) دیہاتیوں کی صحت شہریوں کے مقابلے میں ------- ہوتی ہے۔

(v) شہروں میں ----------- نام کی کوئی چیز نہیں۔

(vi) دیہات میں رہنے والے اکثر لوگوں کا پیشہ --------- ہے۔

(vii) شہروں میں رہنے والے کاروبار یا ---------- کرتے ہیں۔

2۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب دیں۔

(i) پرانی دیہاتی زندگی اور موجودہ دیہاتی زندگی میں کیا فرق ہے؟

(ii) دیہاتیوں کا بھولا پن نقصان کا باعث کیسے بنتا ہے؟

(iii) ابھی تک اکثر دیہات کن دو اہم سہولتوں سے محروم ہیں؟

(iv) آلودگی شہر میں رہنے والوں کو کس طرح متاثر کر رہی ہے؟

(v) شہروں میں انسانی رشتے کمزور ہونے کی بڑی وجہ کیا ہے؟

(v) شہروں میں انسانی رشتے کمزور ہونے کی بڑی وجہ کیا ہے؟

(vi) رات گئے تک جاگتے رہنے اور دن چڑھے اٹھنے کے کیا نقصانات ہیں؟

(vii) دیہات سے شہروں کی طرف نقل مکانی کے رُجحان کو کیسے کم کیا جا سکتا ہے؟

3۔ واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیں۔

دیہات ۔ آلات ۔ ذرائع ۔ مکانات ۔ سہولت ۔ جسم ۔ مناظر ۔ اشیا ۔ مسائل ۔ ملک ۔

4۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے متضاد لکھیں۔

پختہ ۔ آباد ۔ قریب ۔ مثبت ۔ نقصان ۔ سادگی ۔ خامی ۔ مصروفیت ۔

5۔ اعراب کی مدد سے تلفظ واضح کریں۔

زراعت ۔ رابطہ ۔ مثبت ۔ تعلق ۔ علوم ۔

6۔ دیے گئے نمونے کے مطابق اپنی کاپیوں میں کالم بنا کر تفصیل درج کریں۔

دیہاتی زندگی کی خوبیاں	شہری زندگی کی خوبیاں

دیہاتی زندگی کی خامیاں	شہری زندگی کی خامیاں

مسلمانوں کی بیداری میں اقبالؒ کا حصّہ

حکیم الامت شاعرِ مشرق علامہ سر محمد اقبالؒ کو پوری پاکستانی قوم اپنا محسن اور رہنما تسلیم کرتی ہے کیوں کہ آپ کی قومی اصلاحی شاعری نے مسلم عوام کو حقوق سے آگاہی اور سیاسی شعور بخشا۔ جب مسلمانانِ برِّعظیم پر عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا تھا، جب انھیں تمام تر بنیادی انسانی حقوق سے محروم کر کے ایک اقلیت میں تبدیل کرنے کی کوششیں کی جا رہی تھیں تو ایسے میں اقبالؒ جیسے مردِ قلندر نے کفرستانِ ہند سے صدائے حریت بلند کرتے ہوئے مسلمانانِ ہند کے لیے الگ وطن کا تصور پیش کیا جہاں وہ اپنی زندگی اسلامی اُصولوں کے مطابق گزار سکیں۔ اقبالؒ نے آزادی کی جو شمع مسلمانانِ ہند کے سینوں میں روشن کی تھی اُس نے اُن کے لیے چراغِ راہ کا کام کیا۔

علامہ اقبالؒ کو اردو اور فارسی دونوں زبانوں پر عبور تھا۔ علامہ اقبالؒ کو اسلامی نظامِ حیات، تہذیب و تمدّن اور شعائرِ اسلام سے گہری وابستگی اور محبت تھی۔ اُنھوں نے مشرقی و مغربی علوم و فنون کا گہرا مُطالعہ اور مشاہدہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ مغربی تہذیب کھوکھلی اور گمراہ کن ہے۔ اُنھوں نے اپنی قوم کو اثر انگیز کلام سے بیدار کیا اور اُسے دعوتِ فکر و عمل پر آمادہ کیا۔

اس فریبِ رنگ و بُو کو گلستاں سمجھا ہے تُو
آہ اے ناداں! قفس کو آشیاں سمجھا ہے تُو

بے کاری و عریانی و مے خواری و اِفلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کی فتوحات؟

تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کُشی کرے گی
جو شاخِ نازُک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائدار ہو گا

اقبالؒ نے اپنی شاعری میں مسلمان نوجوانوں کے لیے شاہین کا استعارہ استعمال کیا ہے۔ کیوں کہ وہ ان میں شاہین جیسی صفات دیکھنا چاہتے تھے۔ اقبالؒ نے اپنی فکر، جذبہ اور سوچ صرف اور صرف مسلمان نوجوانوں کو اُن کا کھویا ہوا مقام یاد دلانے میں صرف کر دی کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ نوجوانی وہ عمر ہے جس میں انسان کے بھٹک جانے کا اندیشہ ہوتا ہے، بچپن وہ عمر ہے جس میں آدمی کو کام کا شعور نہیں ہوتا اور بڑھاپا وہ عمر ہے جب آدمی کے پاس کام کی ہمّت نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی شاعری میں مسلم نوجوانوں کو مغرب سے اٹھنے والے طوفان سے آگاہ کرتے ہیں اور بھٹکے ہوئے راہی کو منزل کا پتا دیتے ہیں۔ وہ مسلمانوں میں جہدِ مسلسل، اِتحاد، مُساوات اور بزرگانِ دین سے محبت کا جذبہ بیدار کرتے ہیں، وہ نوجوانوں کو کاہلی، رہبانیت، توہم پرستی، اونچ نیچ، ذات پات اور فرقہ بندی سے متنفّر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

یوں تو سیّد بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

محبت مجھے اُن جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

اُس قوم کو فولاد کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اُن کو اپنی منزل آسمانوں میں

اقبالؒ اپنے شاہینوں کو بتاتے ہیں کہ وہ اپنی ملّت کا موازنہ دیگر اقوامِ عالم سے نہ کریں کیوں کہ مسلمان تہذیب وتمدّن، معاشی ومعاشرتی، سیاسی وسماجی اور مذہبی ہر لحاظ سے دوسروں سے جدا ہیں۔ اقبالؒ مسلمان نوجوانوں کو اُس صراطِ مستقیم پر گامزن کرنا چاہتے ہیں جس کا قرآن وحدیث میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حکم دیا ہے اور خلفائے راشدین نے اُس پر عمل کر کے دکھایا ہے۔

اقبالؒ مسلمان نوجوانوں کو بتاتے ہیں کہ جب دنیا جہالت کے اتھاہ سمندر میں ڈبکیاں کھا رہی تھی تو ایسے میں مسلمانوں نے ہی اسے علم وعرفان کی دولت سے مالا مال کیا۔ بوعلی سیناؔ، جابر بن حیانؔ، رازیؔ وخوارزمیؔ اور سعدیؔ ورومیؔ جیسے فلسفی، سائنس دان، شاعر اور مفکر مسلمانوں میں پیدا ہوئے۔

تجھے اُس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا
تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تُو گفتار وہ کردار تُو ثابت وہ سیارا

اقبالؒ مسلمانوں کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ وہ کیا اوصاف تھے جن کی بدولت اِن کے اسلاف عرب کے ریگزاروں سے نکل کر پوری دنیا پر چھا گئے تھے اور اب کیا کوتاہیاں ہیں جن کی بنا پر وہ دوسری ترقی یافتہ اقوام سے پیچھے رہ گئے ہیں۔

اقبالؒ اپنے شاہینوں کو خلفائے راشدین، خالدؓ بن ولید، طارق بن زیاد، موسیٰ بن نصیر، محمد بن قاسم، صلاح الدین ایوبی، سراج الدولہ، حیدر علی اور ٹیپو سلطان جیسے بہادر سپہ سالاروں کے واقعات سنا کر اُن کے خون کو گرماتے ہیں اور اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی تلقین کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں اُن کے اسلاف کی سی صفات پیدا ہو جائیں۔ وہ تن آسانی کو ترک کر کے محنت کو اپنا شعار کر لیں۔ وہ مسلمانوں اور اُن کے حکمرانوں میں مندرجہ ذیل صفات دیکھنے کے متمنّی تھے:

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

مشق

1۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب دیں۔

(i) علامہ اقبالؒ کو پاکستانی قوم کا محسن کیوں کہا جاتا ہے؟

(ii) مغربی تہذیب سے متعلق علامہ اقبالؒ کا کیا نظریہ ہے؟

(iii) اقبالؒ کی آرزوؤں کا مرکز کون تھے؟

(iv) علامہ اقبالؒ مسلمان نوجوانوں کو کس مقام پر دیکھنا چاہتے تھے؟

(v) علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کو ان کے اسلاف کے کارنامے کیوں یاد دلائے؟

2۔ مندرجہ ذیل الفاظ اور محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کے معنی واضح ہو جائیں۔
اصلاحی ۔ عرصۂ حیات تنگ کرنا ۔ گمراہ کن ۔ گامزن ۔ خون گرمانا ۔

3۔ پُرتاثیر میں ''پُر'' سابقہ ہے۔ اس سابقے کی مدد سے پانچ مزید لفظ بنائیں۔

برائے اساتذہ :
''بانگِ درا'' میں شامل اقبال کی نظم ''خطاب بہ جوانانِ اسلام'' زبانی یاد کروائیں۔ سکول اسمبلی / جماعت میں پڑھوائیں۔
'شاہین' کے استعارے کی وضاحت کریں نیز اس سبق میں جن عظیم شخصیات کا ذکر آیا ہے، ان کے کارنامے سنائیں۔

پہاڑی کا وعظ

چڑھا کوہ صفا پر ایک دن اسلام کا ہادی
صدا دی اے قریشی عورتو، مردو ادھر آؤ!
اکٹھے ہو گئے آکر جوان و پیر، مرد و زن
خطاب ان سے پیغمبر نے کیا اللہ کے بندو
اگر میں تم سے یہ کہ دوں کہ اس کے کہسار کے پیچھے
چھپی ہے رہزنوں کی فوج تم پر وار کرنے کو
یہ کہ دوں میں اگر تم سے تو کیا تم مان جاؤ گے
کہا لوگوں نے "ہاں سچا ہے تو یہ جانتے ہیں سب
یہ سن کر پھر بلند آواز سے سچّا نبی بولا
کہ "اے لوگو مرا کہنا نہایت غور سے سن لو
بہائم کی صفت چھوڑو ذرا انسان بن جاؤ
بتوں کی بندگی کے دام سے آزاد ہو جاؤ
تمھارے واسطے مَیں دولتِ اسلام لایا ہوں

نظر کے سامنے تھی پستیٔ انساں کی آبادی
یہ اپنے کام دھندے آج یہ کر دو ادھر آؤ
بنی آدم کا جنگل بن گیا یہ کوہ کا دامن
خلیل اللہ کے پوتو، ذبیح اللہ کے فرزندو
پہاڑوں کی بلند اور آہنی دیوار کے پیچھے
گھروں کے لُوٹنے کو شہر کے مِسمار کرنے کو
یقین آجائے گا کیا مجھ پہ کوئی شک نہ لاؤ گے
تُو بچپن ہی سے صادق ہے اور امیں ہے مانتے ہیں سب"
اسی انداز سے قرآنِ ناطق نے دہن کھولا
میں کہتا ہوں کہ باز آجاؤ ظلم وجور سے سن لو
بُرے اعمال سے توبہ کرو، شرماؤ شرماؤ
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہو جاؤ
جو ابراہیمؑ لائے تھے وہی پیغام لایا ہوں"

(حفیظ جالندھری)

مشق

1۔ درست جواب کے شروع میں " ✔ " کا نشان لگائیں۔

(i) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفارِ مکہ کو پکارا۔

(الف) کوہِ صفا پر چڑھ کر (ب) کوہِ مروہ پر چڑھ کر (ج) کوہِ ثور پر چڑھ کر (د) کوہ حرا پر چڑھ کر

(ii) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے۔

(الف) فتح وکامرانی کی دولت (ب) شہرت کی دولت (ج) شان وشوکت کی دولت (د) اسلام کی دولت

2۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیں۔

(i) کوہِ صفا کیوں مشہور ہے؟

(ii) خلیل اللہ اور ذبیح اللہ سے کون سے دو عظیم الشان پیغمبر مراد ہیں؟

(iii) شاعر نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآنِ ناطق کیوں کہا ہے؟

3۔ اس نظم میں حفیظ جالندھری نے جو واقعہ نظم کیا ہے، اسے اپنے لفظوں میں بیان کریں۔

ڈائری کا ایک ورق

مدثر ساتویں جماعت میں پڑھتا ہے۔ وہ ایک ہونہار اور ذہین طالب علم ہے۔ وہ اپنے اساتذہ کا مؤدب اور والدین کا فرماں بردار ہے۔ اس کی اچھی عادتوں کی وجہ سے ہر کوئی اسے پسند کرتا ہے۔ اسے گفتگو کا سلیقہ آتا ہے۔ وہ لکھنے کا ڈھنگ بھی جانتا ہے۔ ہر کام وقت پر کرتا ہے۔ باقاعدگی اس کی زندگی کا اہم اُصول ہے۔ دو سال پہلے، جب وہ پانچویں جماعت میں تھا، اُس نے ڈائری لکھنی شروع کی۔ کیا مجال کہ اس میں کوئی ناغہ ہو۔ ڈائری لکھنے کی عادت نے اسے بہت فائدہ پہنچایا ہے۔ اس سے اس کی تحریر میں پختگی اور نکھار آتا جا رہا ہے۔ آیئے اس کی ڈائری سے ایک ورق پڑھتے ہیں۔

''آج 14 اگست 2003ء ہے۔ یہ دن ہماری قومی تاریخ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس روز برِ صغیر کے مسلمانوں نے اپنے گلے سے غلامی کا جوا اتار پھینکا اور ایک نئے سفر کا آغاز کیا۔

میں ہر روز کی طرح آج بھی فجر کی اذان کے ساتھ بیدار ہوا۔ نہا دھو کر مسجد کا رخ کیا۔ باجماعت نماز ادا کی۔ امام صاحب نے خاص طور پر وطنِ عزیز کی سلامتی اور استحکام کی دعائیں مانگیں۔ نماز سے فارغ ہو کر میں نے تلاوتِ قرآنِ مجید کی، تلاوت کی گئی آیات کا ترجمہ اور تفسیر بھی پڑھی۔ جب میں مسجد سے گھر لوٹا تو امی جان بھی نماز اور تلاوت سے فارغ ہو چکی تھیں۔ وہ تو باورچی خانے میں ناشتا تیار کرنے میں مصروف ہو گئیں جب کہ میں ''یومِ آزادی کے تقاضے'' پر اپنی تقریر کے اہم نِکات دیکھنے لگا۔ یہ تقریر مجھے سکول میں کرنی تھی۔ اتنے میں امی جان ناشتا لے کر آ گئیں۔ میں ناشتا کر کے صاف ستھری یونیفارم پہن کر سکول کو چل دیا۔

میں نے دُور سے دیکھا، سکول کی عمارت پر سبز ہلالی پرچم لہرا رہا تھا۔ سکول کی عمارت کو خُوب اچھی طرح سجایا گیا تھا۔ ہر چہرہ خوش و خرم نظر آ رہا تھا۔ ہر طرف ''آزادی مبارک، آزادی

مبارک'' کی پُرمسرت صدائیں گونج رہی تھیں۔

ٹھیک نو بجے سکول کے ہال میں تقریب منعقد ہونا تھی۔ وقتِ مقرر پر ہر جماعت اپنے انچارج استاد کی زیرِنگرانی ہال کو چل دی۔ تلاوتِ قرآنِ مجید سے تقریب کا آغاز ہوا۔ایک طالب علم نے حمدِ خدا پیش کی۔ دوسرے نے محسنِ کائنات حضرت محمد صلی **اللہ** علیہ وآلہ وسلم کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا۔اس کے بعد یومِ آزادی کے حوالے سے تقریری مقابلے کا آغاز ہوا۔سب طلبہ بھرپور تیاری کے ساتھ میدان میں اترے تھے۔ایک سے بڑھ کر ایک مقرر تھا۔ ہر کسی کا اپنا اپنا انداز تھا۔مقررین نے قیامِ پاکستان کے اسباب پر روشنی ڈالی اور آزادی کی خاطر مصائب جھیلنے والوں کی بے مثال قربانیوں کو خراجِ تحسین پیش کیا۔تقریری مقابلے ختم ہوئے تو ملّی ترانوں کے مقابلے کی باری آئی۔طلبہ نے دلکش انداز میں بڑے جوش وجذبے کے ساتھ ترانے پڑھے۔ جب یہ ترانہ پڑھا گیا۔

جُگ جُگ جیے میرا پیارا وطن

تو تمام طلبہ ایک خاص ترتیب سے تالیاں بجانے لگے۔اس سے تمام حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔

اس کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب کو اظہارِ خیال کی دعوت دی گئی۔انھوں نے اس تقریب میں حصہ لینے والے تمام طلبہ کی بھرپور حوصلہ افزائی کی۔ انھوں نے شرکائے مجلس سے عہد لیا کہ وہ بھائی چارے کی فضا کو پروان چڑھائیں گے اور مل جُل کر اس وطنِ عزیز کو عظیم سے عظیم تر بنائیں گے۔

اتنے میں مُنصفین نے نتائج مُرتب کر لیے تھے۔ اوّل، دوم اور سوم آنے والے طلبہ کو انعامات سے نوازا گیا۔ مجھے تقریری مقابلے میں اول انعام کا حق دار ٹھہرایا گیا۔ میں نے اس کامیابی پر **اللہ** تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ طلبہ میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔آخر میں پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کے تحفّظ اور سلامتی کی دعا کی گئی۔

جب میں گھر پہنچا تو سب نے مجھے انعام حاصل کرنے پر مبارک باد دی۔ میری چھوٹی بہن سَیر پر جانے کی ضد کر رہی تھی۔ ابا جان نے سہ پہر کے وقت سب کو سیر پر لے جانے کا وعدہ کیا۔ جب ہم سیر کے لیے جا رہے تھے تو راستے میں پرندے بیچنے والا نظر آیا۔اس نے پنجرے میں درجن

بھر چڑیاں اور طوطے بند کر رکھے تھے۔ پرندوں کو قید میں دیکھ کر میرا جی بھر آیا۔ میں نے ابا جان سے اپنے دل کا حال کہا تو انھوں نے پانچ سو روپے میں تمام پرندے خرید کر انھیں آزاد کر دیا۔ اس سے مجھے جو مسرت ہوئی، اسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

ہم مینارِ پاکستان گئے، یہاں سے عظیم فلسفی اور شاعر حکیمُ الاُمت علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر گئے اور فاتحہ خوانی کی۔ اتنے میں مغرب کا وقت ہو گیا۔ ہم نے تاریخی بادشاہی مسجد میں نماز ادا کی۔ یہاں سے ہم ریلوے اسٹیشن کی طرف چل دیے۔ سرکاری اور نجی عمارتوں پر چراغاں کیا گیا تھا۔ پورا شہر رنگ و نور کے سیلاب میں ڈوبا ہوا تھا۔ خاص طور پر ریلوے اسٹیشن کا منظر دیدنی تھا۔ میرے چھوٹے بہن بھائی بہت خوش تھے۔ اب کافی دیر ہو چکی تھی اور ہم نے گھر جانے کا فیصلہ کیا۔

گھر پہنچ کر جس وقت میں یہ ڈائری لکھ رہا ہوں تو مجھے اپنے مظلوم کشمیری اور فلسطینی بھائیوں کی یاد آ رہی ہے جو ابھی تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑے آزادی کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ میری اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ کرہ ارض پر بسنے والا ہر انسان آزادی کی نعمت سے فائدہ اٹھائے، کوئی کسی کو غلام بنانے والا اور کسی کا حق دبانے والا نہ ہو"۔

مشق

1۔ نیچے دیے گئے الفاظ کی مدد سے خالی جگہیں پُر کریں۔

جب کہ، چوں کہ، کر، کہ، کیوں کہ، تو، تا کہ۔

(i) احمد نے نہا دھو۔۔۔۔۔۔مسجد کا رُخ کیا۔

(ii) علی سکول سے گھر پہنچا۔۔۔۔۔۔اس کے ابو جان بھی دفتر سے گھر آ گئے۔

(iii) فاطمہ مطالعہ کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔اس کی چھوٹی بہن سو رہی تھی۔

(iv) ہمارے استادِ محترم نے ہم سے عہد لیا۔۔۔۔۔۔ہم ہمیشہ سچ بولیں گے۔

(v) ۔۔۔۔۔۔مجھے شدید بخار تھا اس لیے سکول نہ جا سکا۔

(vi) عائشہ محنت کرتی ہے۔۔۔۔۔۔امتحان میں اوّل آئے۔

(vii) میرے بھائی جان کالج نہ جا سکے۔۔۔۔۔۔ان کے پاؤں میں موچ آ گئی تھی۔

2۔ کام الف میں دیے گئے الفاظ کے ساتھ کالم ب میں دیے گئے درست الفاظ ملائیں اور دی گئی مثال کے مطابق کالم ج میں لکھیں۔

کالم الف	کالم ب	کالم ج
خوش و	نکھار	خوش وخرم
ہونہار اور	نور	
مئودب اور	فرماں بردار	
پختگی اور	خرم	
رنگ و	استحکام	
سلامتی اور	ذہین	

3۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیں۔

(i) ڈائری لکھنے کے کیا فائدے ہیں؟

(ii) ہماری قومی تاریخ میں 14اگست کی کیا اہمیت ہے؟

(iii) ہم نے پاکستان کیوں حاصل کیا؟

(iv) 14اگست منانے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

4۔ آپ یومِ آزادی کیسے مناتے ہیں؟ ایک پیراگراف لکھیں۔

5۔ تلفظ واضح کرنے کے لیے اعراب لگائیں۔

اساتذہ۔مودب۔اصول۔استحکام۔مبارک۔مسرت۔منعقد۔جماعت۔مقابلہ۔مرتب۔

6۔ واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیں۔

ورق۔ تاریخ۔ سفر۔ امام۔ تغیر۔نکات۔ مجلس۔ منصفین۔ منظر۔

7۔ ''باورچی خانہ'' میں خانہ لاحقہ ہے۔آپ اس لاحقے کی مدد سے مزید پانچ لفظ بنائیں۔

برائے اساتذہ :

بچوں میں ڈائری لکھنے کی عادت پختہ کی جائے۔استادِ گرامی وقتاً فوقتاً بچوں کی ڈائریاں دیکھتے رہیں اور ہفتے میں کم ازکم ایک مرتبہ کسی بچے کی نمونے کی ڈائری دوسرے بچوں کے سامنے پڑھی جائے۔

رائٹ برادران

لوگ یہ بات ماننے کے لیے تیار ہی نہ تھے کہ پرندوں کی طرح کوئی مشین فضا میں اُڑ سکتی ہے اور وہ بھی ایک انسان کے ساتھ لیکن کچھ ہی لمحوں کے بعد ایک نوجوان نے ایسا کر دکھایا۔ وہ اپنی بنائی ہوئی مشین میں بیٹھا اور اُسے اُڑانے میں کامیاب ہوگیا۔ یہ امریکی اپنے بھائی کے ساتھ بڑے عرصے سے اس منصوبے پر کام کر رہا تھا۔ اس کا نام ولبر رائٹ تھا۔

دراصل رائٹ ایک خاندان تھا جس کا ایک فرد ملٹن رائٹ مذہبی شعور رکھتا تھا اور پادری کی وجہ سے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ رائٹ خاندان علم و ادب کے حوالے سے معروف خاندان تھا۔ بیسویں صدی میں سائنسی ترقی نے اپنا رنگ جمانا شروع کیا تو طرح طرح کی معلومات اس گھرانے تک پہنچنے لگیں۔ ولبر رائٹ اور اُس کا چھوٹا بھائی اوروَیل رائٹ ملٹن رائٹ کے بیٹے تھے۔ دونوں بھائی اِن معلومات کی بنیاد پر مختلف پُرزے جوڑتے اور مشین بنانے کی کوشش کرتے۔ اِسی کوشش میں اُنھوں نے ایک چھوٹا سا چھاپا خانہ بنالیا اور اخبار چھاپتے رہے۔ پھر انھیں ایک ایسی مشین بنانے کی دُھن لگی جس میں بیٹھ کر فضا میں اڑا جاسکے۔

سائنسی ترقی کے اِس دور میں بہت سی مشینیں ایجاد ہو رہی تھیں۔ بھاپ سے چلنے والا انجن ایجاد ہو چکا تھا۔ کچھ لوگوں نے بھاری مشینوں میں بیٹھ کر انھیں اڑانے کی کوشش میں جان بھی ہار دی تھی۔ یہ سب کچھ رائٹ برادران کو محتاط رہنے پر مجبور کر رہا تھا۔

انھوں نے کچھ وقت کے لیے چھاپا خانے سے توجہ ہٹا کر سائیکل سازی کی طرف دھیان دینا شروع کر دیا اور پھر اُن کی بنی ہوئی سائیکلیں چل نکلیں۔ حوصلہ بڑھا تو انھوں نے اُڑنے والی مشین بنانے کی کوششیں پھر سے شروع کر دیں۔ اُنھیں معلوم تھا کہ پیڑول سے چلنے والا انجن ہلکا بھی ہوتا ہے اور طاقت میں بھاپ سے چلنے والے انجن سے زیادہ قوت رکھتا ہے۔ دونوں بھائیوں نے مشین کا

خاکہ تیار کیا اور پھر اس کی مدد سے اُسے اُڑانے کی تیاری مکمل کر لی۔ لوگ اِس مشین کو دیکھنے آئے تو تھے لیکن یہ ماننے کو تیار نہ تھے کہ رائٹ برادران اُسے اُڑا پائیں گے۔

یہ حیرت انگیز واقعہ تھا۔ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے مشین ہوا میں بلند ہوئی اور چھتیس میٹر کا فاصلہ طے کر گئی۔ رائٹ برادران کا تجربہ کامیاب ہو گیا۔ انسانی جدوجہد، علم اور لگن نے ثابت کر دیا کہ فضا کو فتح کیا جا سکتا ہے۔ پرندوں کی اُڑان کو شکست دی جا سکتی ہے۔

اگر ہے جذبۂ تعمیر زندہ
تو پھر کِس چیز کی ہم میں کمی ہے

پرندوں کی طرح اُڑنے کی خواہش کو حقیقت کا رنگ دینے والے رائٹ برادران نے یہ تجربہ 1903ء میں کیا۔ ولبر رائٹ 1867ء جب کہ اورویل رائٹ 1871ء میں پیدا ہوا۔ دونوں بھائیوں نے ایک ناممکن سی بات کو ممکن بنا کر دِکھا دیا۔ وہ ہوائی جہاز جو صرف چھتیس میٹر اُڑ سکا تھا اب آواز کی رفتار سے بھی تیز ہزاروں کلومیٹر کا فاصلہ طے کر رہا ہے اور ہر لمحہ یاد دلاتا ہے کہ اسے انسان کی سہولت کی خاطر استعمال کیا جائے نہ کہ تباہی کے لیے۔

مشق

1۔ مناسب الفاظ کی مدد سے خالی جگہیں پُر کریں۔

(i) رائٹ خاندان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے حوالے سے معروف خاندان تھا۔

(ii) رائٹ برادران نے ۔۔۔۔۔۔ سے توجہ ہٹا کر سائیکل سازی کی طرف دھیان دینا شروع کر دیا۔

(iii) رائٹ برادران نے جہاز اڑانے کا پہلا تجربہ ۔۔۔۔۔۔۔ میں کیا۔

(iv) ان کا جہاز صرف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میٹر اُڑ سکا۔

2۔ مختصر جواب دیں۔

(i) رائٹ خاندان کیوں مشہور تھا؟

(ii) رائٹ خاندان کس ملک میں آباد تھا؟

(iii) ولبر رائٹ اور اورویل رائٹ کو بچپن میں کیا اچھا لگتا تھا؟

(iv) رائٹ برادران جہاز سازی میں کیوں محتاط ہو گئے؟

(v) تیز رفتار جہاز ہمیں ہر لمحہ کس بات کی یاد دلاتے ہیں؟

3۔ آپ سبق کے خلاصے کی تعریف جماعت ششم میں پڑھ چکے ہیں۔ اس تعریف کی روشنی میں اس سبق کا خلاصہ لکھیں۔

اَقوالِ زرّیں

۱۔ علم مومن کی میراث ہے۔ یہ گم شدہ دولت جہاں سے بھی ملے، لے لو۔ حدیث

(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

۲۔ جاہ وعزت سے بھاگو، عزت تمھارے پیچھے پیچھے پھرے گی۔

(حضرت ابوبکر صدیقؓ)

۳۔ جاہلوں کی صحبت سے پرہیز کر، ایسا نہ ہو کہ تجھے اپنے جیسا بنالیں۔

(حکیم لقمانؒ)

۴۔ تمام عبادتوں سے بہتر مظلوموں اور عاجزوں کی فریاد کو پہنچنا ہے۔

(حضرت ابوذر غفاریؓ)

۵۔ جھگڑا بڑھنے سے پہلے، تم اس سے الگ ہو جاؤ۔

(حضرت سلمان فارسیؓ)

۶۔ انسان کی بہترین خصلت علم ہے۔

(بوعلی سینا)

۷۔ جو زیادہ پوچھتا ہے، وہ زیادہ سیکھتا ہے۔

(فرانسس بیکن)

۸۔ انسان کی حقیقی عظمت کا جائزہ اس کے اعمال سے لیا جاسکتا ہے۔

(لارڈ میکالے)

۹۔ تعلیم کا مقصد مثالی انسان کی تکمیل ہے۔

(کنفیوشس)

۱۰۔ علم ایسا خزانہ ہے جسے کوئی نہیں چرا سکتا۔

(دیو جانس کلبی)

۱۱۔ مسلمان کے لیے اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نجات نہیں ہوسکتا کہ وہ صداقت کی خاطر شہید کی موت مر جائے۔

(قائداعظمؒ)

۱۲۔ تعلیم کی اشاعت کے لیے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

(قائداعظمؒ)

مشق

تعلیمی رسالوں کا مطالعہ کریں۔ ان میں دیے گئے اقوالِ زریں کو اپنی ڈائری میں لکھیں اور ان پر عمل کریں۔

پہیلیاں

1۔ ایک کہانی مَیں کہوں تو سُن رے میرے پُوت
بِن پروں وہ اُڑ گیا، باندھ گلے میں سُوت

2۔ ایک جانور اصلی
جس کی ہڈّی نہ پسلی

3۔ جنابِ عالی، سر پر جالی
انتڑیاں بہت، پیٹ خالی

4۔ زلف میں الجھا ہوا ہے پاؤں میں زنجیر ہے
گانٹھ کا پورا ہُوا ہے، قتل کی تدبیر ہے

5۔ رنگ کالا ہے پر کوّا نہیں
کمر پتلی ہے پر ہرن نہیں
درخت پر چڑھ جاتا ہے
لیکن بندر نہیں۔۔۔ بتاؤ وہ کون ہے؟

جوابات:

(i) پتنگ۔ (ii) جونک (iii) چارپائی (iv) کنگا (v) چیونٹا

دُعائے مقبول

خداوندِ جہاں تیرے لیے تعریف ہے ساری
کہ ہے لطف و کرم تیرا ہر اِنس و جاں پر جاری
ہے تو ہی مالک و مختارِ کُل روز قیامت کا
ہر اک ہم میں سے دم بھرتا ہے تیری ہی عبادت کا
تری ہی ذات سے ہوتے ہیں ہم اِمداد کے طالب
تو ہی ہے جو ہمیں لے جائے راہِ راست کی جانب
دِکھا رستہ ہمیں انعام و نعمت پانے والوں کا
ہدایت پانے والوں کا، فضیلت پانے والوں کا
نہ اُن کی راہ جن پر ہو گیا تیرا غضب طاری
کہ وہ گُم راہ ہیں اُن سے بچا لے ہم کو اے باری

(سید صادق حسین کاظمی)

مشق

1۔ نظم ''دعائے مقبول'' کس قرآنی سورۃ کا منظوم ترجمہ ہے؟ اس سورت کی تلاوت کریں اور پھر یہ نظم پڑھیں۔

2۔ آپ کو اس سورت کا نثری ترجمہ پڑھنے میں لطف آتا ہے یا منظوم ترجمہ۔ وجہ بھی بیان کریں۔

3۔ یہ نظم زبانی یاد کریں اور اسے اپنی جماعت میں مل کر پڑھیں۔

4۔ کسی اور شاعر کی اردو دعائیہ نظم زبانی یاد کریں۔

برائے اساتذہ:

بچوں کو اہم قرآنی دعائیں اور ان کا اردو ترجمہ یاد کروائیں۔

فرہنگ

معانی	الفاظ
دنیا کی آخری حد۔ ہمیشہ۔	اَبد
اثر پیدا کرنے والا۔	اثر انگیز
اعتراض۔ انکار۔ کسی فرد یا رویّے کے خلاف ناپسندیدگی کا اظہار کرنا۔	احتِجاج کرنا
مخالفت کرنا۔	اختِلاف
خواہش۔	ارمان
وہ زمانہ جس کی کوئی ابتدا نہ ہو۔ آغاز۔ مخلوق کی پیدائش کا دن۔	ازَل
سَلف کی جمع۔ بزرگ۔	اسلاف
بے چینی۔ بے تابی۔ بے قراری۔	اضطِراب
اعصاب کو توڑ دینے والا۔	اعصاب شکن
فائدہ۔	افادیت
داستان کہنے والا۔	افسانہ خواں
اداسی۔	افسردگی
ایک دو۔ کوئی کوئی۔ بہت کم۔	اکّا دکّا
فائدہ اٹھانا۔	اکتِساب فیض
ملک کی جمع۔ جائیداد۔	املاک
امانت دار۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب۔	امین
تبدیلی۔	انقِلاب
مصروفیت۔	انہماک

آ

الفاظ	معانی
آپے سے باہر ہونا	غصے یا خوشی میں بے قابو ہو جانا۔
آثار قدیمہ	پرانی نشانیاں ۔ پرانی عمارات ۔
آزمائش	امتحان ۔
آسائش	آرام ۔ چین ۔ سکھ ۔
آشیاں	گھونسلا ۔ دکان ۔ گھر ۔
آغوش	گود ۔
آلاتِ جراحی	وہ اوزار جو اپریشن کرنے کے دوران میں استعمال کیے جاتے ہیں ۔

ب

الفاظ	معانی
باز پرس	پوچھ گچھ ۔
بخدا	خدا کی قسم ۔
بدبخت	بے نصیب ۔ بُری قسمت والا ۔
بدنظمی	گڑ بڑ ۔ فساد ۔
برتری	بڑائی ۔ بزرگی ۔
بُردباری	صبر ۔ برداشت ۔
بشارت	خوش خبری ۔
بغاوت	نافرمانی ۔
بِلاتکلف	بناوٹ کے بغیر ۔ سیدھا سادا ۔
بَن	جنگل ۔
بھانپ لینا	معلوم کر لینا ۔ جانچ لینا ۔
بہم پہنچانا	حاصل ہونا ۔ ملنا ۔
بے باکی	بے خوفی ۔ بہادری ۔

معانی	الفاظ
ناپائیداری۔ کمزوری۔	بے ثباتی
بہت زیادہ۔ اندھا دھند۔	بے تحاشا
بیمار۔ برباد۔ پرانا۔	بے حال
بے عزتی کرنا۔	بے حرمتی کرنا
بے چین۔	بے کل
بے لحاظی۔	بے مروتی
بے پروا۔ آزاد۔ جو کسی کا محتاج نہ ہو۔	بے نیاز
نیام سے باہر۔ ننگی تلوار۔	بے نیام
بے موقع۔ غیر موزوں۔	بے ہنگم



معانی	الفاظ
حفاظت کرنے والا۔ رکھوالا۔	پاسبان
لحاظ۔ ادب۔	پاس داری
پرہیزگاری۔	پاک دامنی
پاؤں سے روندنا۔ برباد کرنا۔	پامال کرنا
شکست ہوتے ہوتے فتح ہو جانا۔ حالت بدل دینا۔	پانسہ پلٹ دینا
کسی کے برخلاف کوئی معاملہ باقاعدہ طور پر مشہور کرنے کی کوشش۔	پراپیگنڈا (Propaganda)
پوچھ گچھ۔	پرسش
مزے سے بھرا ہوا۔	پُرلطف
جوان ہونا۔	پروان چڑھنا
محبت۔ میل جول۔ اتفاق۔	پریت
پیچھے ہٹنا۔ شکست کھانا۔	پسپا ہونا۔
نظر انداز کرنا۔ پروا نہ کرنا۔	پس پشت ڈالنا۔

معانی	الفاظ
پیچھے رہا ہوا۔ جس نے ترقی نہ کی ہو۔	پس ماندہ
سرسبز ہونا۔ ترقی کرنا۔	پنپنا
جمعرات۔	پنج شنبہ
پیغام لے جانے والا۔	پیام بر
آگے بڑھنا۔ حملہ۔	پیش قدمی۔
چہرہ۔ شکل۔ صورت۔	پیکر
ت	
روشن	تاب ناک
اثر قبول کرنا۔	تاثر
تاج والا۔ بادشاہ۔ حکم ران۔	تاج ور
پیچھے چھوڑنا۔ دیر۔	تاخیر
اللہ تعالیٰ کی مدد۔	تائیدالٰہی
برداشت۔	تحمل
قبضہ۔	تسلط
مرض کا پہچاننا۔	تشخیص
پیاسا۔ خواہش مند۔	تشنہ
مخالفت۔	تضاد
عیش کرنا۔	تعیش
ادل بدل۔	تغیر و تبدل
پاکی۔ پاکیزگی۔	تقدس
خدا کا خوف۔ پرہیزگاری۔	تقویٰ
مل کر رہنے کا طریقہ۔	تمدن

معانی	الفاظ
موتی پرونا۔انتظام۔بندوبست۔	تنظیم
غریب۔محتاج۔	تنگ دست
عزت۔تعظیم۔	توقیر
رسموں پر یقین رکھنے والا۔وہم پر یقین کرنے والا۔	توہم پرستی
پاک کرنا۔خوش اخلاقی۔	تہذیب
تباہ و برباد کرنا۔ختم کر دینا۔	تہس نہس کرنا
تلوار۔	تیغ
ج	
راستہ چلنے والا۔	جادہ پیما
دوسرے ملک پر بلاوجہ حملہ۔ناجائز چڑھائی۔	جارحیت
جان پر کھیلنا۔دلیری۔	جاں بازی
محنت سے کام کرنا۔	جاں فشانی سے کام کرنا۔
بزرگی۔عظمت۔شان۔	جاہ وعزت
نیاپن پیدا کرنا۔	جدتیں پیدا کرنا۔
نڈر۔بہادر۔	جری
جس پر خدا کی مہربانی ہو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔	جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے
چمکانا۔اجالنا۔	جلا بخشنا
بزرگی۔شان وشوکت۔بڑائی۔	جلالت
اتنا زیادہ مینہ برسنا کہ ہر طرف پانی ہی پانی دکھائی دے۔	جل تھل
بڑی شان والا۔نہایت معزز۔	جلیل القدر
رحم آنا۔	جی بھر آنا

چ

الفاظ	معانی
چراغ خانہ	گھر کی رونق۔
چونک پڑنا	ہوشیار ہونا۔ چوکنا ہو جانا۔

ح

الفاظ	معانی
حائل ہونا	بیچ میں آنا۔ روکنا۔
حتمی	پکا۔ مستقل۔
حُرمت	عزت۔ آبرو۔ عظمت۔
حسرت	کسی چیز کے نہ ملنے کا افسوس۔ خواہش۔
حسن اتفاق	بہتر موقع۔
حسنِ معاملہ۔	لین دین کی صفائی۔
حصار	احاطہ۔ چار دیواری۔ قلعہ۔
حضَر	سفر کا الٹ۔ ایک جگہ ٹھہرنا۔
حضرت باری	اللہ تعالیٰ کی بارگاہ۔
حق تلفی	کسی کا حق مار لینا۔ ناانصافی۔
حقوق العباد	بندوں کے حق بندوں پر۔
حقیر	ادنیٰ۔ ذلیل۔ بے قدر۔
حکمت	عقل۔ دانائی۔
حکمتِ عملی	تدبیر۔ دوراندیشی۔
حلقۂ احباب	دوستوں کی محفل۔
حیاتِ ابدی	ہمیشہ کی زندگی۔
حیرت انگیز	حیران کر دینے والا۔

خ

الفاظ	معانی
خالق	پیدا کرنے والا۔ خدا کا ایک صفاتی نام۔
خبطی	پاگل۔ دیوانہ۔
خصلت	عادت۔
خودمختار	آزاد۔ بااختیار۔
خوشنودئ الٰہی	خدا کی رضامندی۔
خون ریزی	خون خرابہ۔
خیانت	بددیانتی۔ امانت میں چوری۔
خیر خواہی	بھلائی چاہنا۔ بہتری چاہنا۔

د

الفاظ	معانی
دادِ شجاعت دینا	جنگ میں دلیری سے لڑنا۔
دانت کھٹے کرنا	شکست دینا۔
درخشاں چمکتا ہوا۔	روشن۔
دریغ نہ کرنا	کوتاہی نہ کرنا۔
دست درازی کرنا	زیادتی کرنا۔
دست گیری کرنا	ہاتھ پکڑنا۔ مدد کرنا۔ حمایت کرنا۔
دستور	قاعدہ۔ آئین۔
دنگ رہ جانا	حیران رہ جانا۔
دھکم پیل	دھکے پر دھکا۔
دھن کا پکا	وہ شخص جو کسی بات یا خیال کے/حصول کے پیچھے لگ جائے۔

الفاظ	معانی
دھیرے دھیرے	آہستہ آہستہ۔
دیوان خانہ	ڈرائنگ روم۔
ڈ	
ڈنکا بجنا	شہرت ہونا۔
ڈھنگ	طریقہ۔
ر	
رازِ افشا کرنا	چھپی ہوئی بات بیان کرنا۔
راست بازی	ایمان داری۔ سچائی۔ دیانت داری۔
راشن (Ration)	مقررہ مقدار جو ایک بار ملے۔
رختِ سفر باندھا	سفر کی تیاری کرنا۔
ردوبدل	الٹ پلٹ۔ بدلنا۔
رشوت ستانی	رشوت لینا۔ ناجائز طریقے سے روپیہ حاصل کرنا۔
رُفتہ رُفتہ	آہستہ آہستہ۔
رکاب	گھوڑے کے زین کے دونوں طرف لٹکنے والا لوہے کا حلقہ جس میں پاؤں رکھ کر سوار گھوڑے پر چڑھتے ہیں۔
رُوشناس کرانا	واقف کرانا۔
رہبانیت	دنیا سے تعلق توڑ لینا۔ دنیا ترک کر دینا۔
ریاضت	محنت۔ مشقت۔
ز	
زادِ راہ	راستے کا خرچ۔
زچ ہو جانا	تنگ ہو جانا۔
زرنگار	وہ چیز جس پر سنہرا کام کیا ہو۔

الفاظ	معانی
زہد	پرہیزگاری۔
زیب دینا	بھلا لگنا۔ موزوں ہونا۔
س	
سامان شیون	آہ وزاری کا باعث۔
سبقت	کسی سے آگے نکل جانا۔
ستیاناس کرنا	برباد کرنا۔
سراپا	سر سے لے کر پاؤں تک۔ تمام۔ بالکل۔
سرخ رُو ہونا	کامیاب ہونا۔
سُرعت	جلدی۔ تیزی۔ پھرتی۔
سرکوبی	سر کچلنا۔ سزا دینا۔
سعادت	خوش نصیبی۔ نیکی۔
سنگ میل	وہ پتھر جو راستہ بتانے کے لیے لگاتے ہیں۔
سیسہ پلائی دیوار	بہت مضبوط رکاوٹ۔
سیلِ رواں	بہتا ہوا پانی۔
ش	
شاکر	شکر گزار۔
شانہ بشانہ	کندھے سے کندھا ملا کر۔ مل جل کر۔
شجاعت	بہادری۔ دلیری۔
شفیق	مہربان۔ ہم درد۔
شناسائی ہونا	واقفیت ہونا۔ جان پہچان ہونا۔
شیوہ	طریقہ۔

ص

الفاظ	معانی
صابر	صبر کرنے والا۔
صادق	سچ بولنے والا۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا لقب۔
صباحت	خوب صورتی۔
صحائف	صحیفہ کی جمع۔آسمانی کتابیں۔
صحت آفرین	صحت بخش۔صحت کے لیے فائدہ مند۔
صدائے حرّیت	آزادی کی آواز۔
صدمہ اٹھانا	رنج اٹھانا۔
صعوبتیں	سختیاں۔تکلیفیں۔
صفایا کرنا۔	کسی چیز کو نہ رہنے دینا۔مکمل طور پر خاتمہ کر دینا۔
صلاحیت	اہلیت۔
صُلح جو	امن چاہنے والا۔

ض

ضابطے	قاعدے۔قوانین۔
ضعیفُ الُاعتقاد	کمزور عقیدے کا۔بھولا۔

ظ

ظریفانہ شاعری	ایسی شاعری جس میں لطیفہ اور ہنسی مذاق کی باتیں ہوں۔

ع

عالم گیر	دنیا میں پھیلا ہوا۔
عبور ہونا	خوب مہارت ہونا۔
عرصۂ حیات	زندگی کی مدّت۔عمر۔
عسکری تاریخ	فوجی تاریخ۔

الفاظ	معانی
عَلم بردار	فوج میں جھنڈا اٹھا کر چلنے والا۔ جھنڈا اٹھانے والا۔
عمر رسیدہ	بوڑھا۔ ضعیف۔
عہدہ جلیلہ	بڑی شان والا عہدہ۔
عیشِ دوام	ہمیشہ کا آرام۔
غ	
غازی	وہ مسلمان جو کافروں سے لڑائی کے بعد کامیاب لَوٹے۔
غیر متوقع	جس کی توقع نہ ہو۔
غیور	بہت غیرت والا۔
ف	
فخرِ جہاں	جس پر دنیا فخر کرے۔
فراقِ انجمن	محفل سے دوری۔
فراموش کرنا	بھلا دینا۔
فرزندِ ناخلَف	نالائق اور نااہل بیٹا۔
فرسودہ	پرانا۔ گھسا ہوا۔
فرنگی	یورپی۔ مغربی۔
فریاد کرنا	ظلم اور زیادتی کی شکایت۔
فعال	بہت کام کرنے والا۔
فقر	درویشی۔
فلاح	بھلائی۔ نیکی۔ نجات۔
فلک بوس	آسمان کو چھونے والی۔ بہت بلند۔
فوقیت	بڑائی۔ برتری۔ بزرگی۔
فی الفور	جلدی۔ فوراً۔

ق

الفاظ	معانی
قابلِ ذکر	ذکر کرنے کے قابل۔
قابلِ ضبطی	ضبط کرنے کے لائق۔
قاصِد	پیغام لے کر جانے والا۔ ایلچی۔
قانون شکنی	قانون توڑنا۔
قائد	راہ نما۔ لیڈر۔
قفس	پنجرہ۔
قلیل	کم۔ تھوڑا۔
قیادت	راہ نمائی۔

ک

الفاظ	معانی
کاذِب	جھوٹا۔
کار آمد	کام آنے والا۔
کارواں	قافلہ۔
کثیرُالاَولاد	بہت سے بال بچوں والا۔
کرُوبیاں	کروبی کی جمع۔ اعلیٰ درجے کے فرشتے۔
کُشتوں کے پُشتے لگانا	لاشوں کے ڈھیر لگانا۔
کم بخت	بد بخت۔
کمک	وہ فوج جو لڑائی میں بھیجی جائے۔
کمند	پھندا۔ جال۔
کندن۔	خالص سونا۔
کوسنا	ماتم کرنا۔ برا بھلا کہنا۔
کوفت۔	درد۔ دکھ۔
کھٹائی میں پڑنا	دیر لگنا۔

الفاظ	معانی
کہسار	پہاڑ۔
گ	
گام زن	چلنے والا۔
گراں جانی	سخت جانی۔
گرویدہ ہونا	عاشق ہونا۔
گریز کرنا	پرہیز کرنا۔
گُفتار	بول چال۔ گفتگو۔
گھن گرج	بہت زیادہ شور غل۔
ل	
لازم وملزوم	ایک دوسرے سے جڑے ہوئے۔
لبیک	حاضر ہوں۔ موجود ہوں۔
لقب	وہ نام جو کسی خاص خوبی کی وجہ سے پڑ گیا ہو۔
للکارنا	پکارنا۔ نعرہ مارنا۔ کڑک کر بولنا۔
م	
مادّہ پرستی	مادّے کو سب کچھ سمجھنا۔ خدا کا انکار۔
مبعوث	بھیجا گیا۔ پیدا کیا گیا۔
مبلغ	تبلیغ کرنے والا۔
متعین	مقرر کیا ہوا۔
متفقہ	اتفاق کیا گیا۔
متلاطم	تھپیڑے مارنے والا۔

معانی	الفاظ
تمنا کرنے والا۔ خواہش مند۔	متمنی
لگا تار۔ مسلسل۔	متواتر
توجہ دلانا۔	متوجہ کرنا
طاقت۔ حوصلہ۔	مجال
زخمی۔	مجروح
خوش ہونا۔	محظوظ ہونا
محل کا وہ حصہ جس میں خواتین رہتی ہوں۔	محل سرا
گم۔ فنا۔ ڈوبا ہوا۔	محو
گھیرنے والا۔	محیط
خطاب کرنے والا۔ بات کرنے والا۔	مخاطب
جس سے بات کی جائے۔	مخاطب
جسے پورا پورا اختیار ہو۔	مختارِ کُل
ربط کیا گیا۔ بندھا ہوا۔ جس میں ربط ہو۔	مربوط
بہادری	مردانگی
رعب میں آیا ہوا۔ ڈرا ہوا۔	مرعوب
رد کیا گیا۔	مسترد
پکا۔ مضبوط۔ سخت۔	مستحکم
مانگا ہوا۔ ادھار لیا ہوا۔	مُستعار
دیکھنا۔	مشاہدہ کرنا
چاہنے والا۔ خواہش مند۔	مشتاق
بھڑکنا۔ شعلے مارنا۔ سخت غصے میں ہونا۔	مشتعِل ہونا
مصیبت کی جمع تکلیفیں۔	مصائب

الفاظ	معانی
مظاہرہ کرنا	کسی بات کی حمایت یا مخالفت کے لیے جوش اور جذبے کا اظہار کرنا۔
مظہر	ظاہر ہونے کی جگہ۔
معترِف	اعتراف کرنے والا۔ اقرار کرنے والا۔
معرکہ	لڑائی کا میدان۔ میدانِ جنگ۔
معرکہ کارزار گرم ہونا	لڑائی کا زوروں پر ہونا۔
مغفرت	بخشش۔ رہائی۔ چھٹکارا۔
ملجا	وہ جگہ جہاں جا کر آدمی اپنی جان بچالے۔
منتقل کرنا	تبدیل کرنا۔
منسلک	پرویا ہوا۔ نتھی کیا ہوا۔ شامل۔
منظم کرنا	دھاگے میں پرونا۔ انتظام کرنا۔
منہمک	کسی کام میں بہت زیادہ مصروف۔
موازنہ	ہم وزنی۔ برابری۔ مقابلہ۔
مواصلات	ذرائع حمل ونقل۔
موزوں	مناسب۔ درست۔ ٹھیک۔
مے خواری	شراب پینا۔
میراث	وہ جائیداد یا دولت جو مرنے والے کی طرف سے حق داروں کو ملے۔
میرحجاز	اسلام کے مرکز کا راہ نما۔ اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔
ن	
ناآشنا	اجنبی۔ جس سے جان پہچان نہ ہو۔
ناپرسیدہ	بغیر پوچھے ہوئے۔
ناخواندہ	ان پڑھ۔
ناسعید	بدبخت۔ بدنصیب۔
ناک کٹ جانا	بدنام اور رسوا ہونا۔ ذلیل ہونا۔

معانی	الفاظ
اچانک۔	ناگہانی
مشہور۔	نام ور
ظاہری ٹھاٹھ باٹھ۔شہرت۔	نام ونمود
اللہ تعالیٰ کی مدد۔	نصرت خداوندی
توجہ نہ کرنا۔	نظرانداز کرنا
اپنی اپنی ذات کی خودغرضی۔	نفسی نفسی
عیب ڈھونڈنا۔ برائی تلاش کرنا۔	نکتہ چینی کرنا
بے کار۔ جو کسی کام کا نہ ہو۔	نکما
نیا۔تازہ	نوزائیدہ
نیا قائم ہونے والا ملک۔	نوزائیدہ ملک
و	
کثرت سے	وافر مقدار میں
جوش۔امنگ۔	ولولہ
شک۔خیال۔	وہم وگمان
ہ	
فوراً۔	ہاتھوں ہاتھ
حملہ کرنا۔	ہلا بولنا
برابر کے جوڑ کا۔ہم رتبہ۔	ہم پلہ
برابر کا۔ہم رتبہ۔	ہم سر
ساتھ۔دوست۔	ہم نوا
اچانک۔	ہنگامی
ی	
ایک سا۔ برابر۔	یکساں
دشمن کی فوج پر حملہ۔	یلغار
(Uniform) وردی	یونی فارم

اپیل

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ آپ کا اپنا ادارہ ہے جو پنجاب کے طلبہ وطالبات کے لیے معیاری اور سستی کتب مہیا کرتا ہے۔ جن پر بورڈ کا مونوگرام موجود ہوتا ہے۔ ان کی تیاری ماہرین کی زیرِ نگرانی کی جاتی ہے تاکہ بچوں میں تخلیقی صلاحیتیں اُجاگر ہوں۔ کچھ ناشرین ایسی کتب شائع کرتے ہیں جن میں سوالاً جواباً مختصر مواد ہوتا ہے۔ ان کتب میں ٹیسٹ پیپرز، گائیڈز، خلاصہ جات وغیرہ شامل ہیں۔ ایسی کتب کو رٹ لینے سے طلبہ وطالبات امتحان تو شاید پاس کرلیں مگر ان کی ذہنی تربیت نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ ایسے بچے اعلیٰ پیشہ ورانہ اداروں میں ناکام ہو جاتے ہیں۔

محترم والدین، اساتذہ کرام اور عزیز طلبہ وطالبات کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ کسی قسم کی غیر معیاری کتب خریدنے کے پابند نہیں ہیں اور اگر کوئی فرد انھیں اس سلسلے میں مجبور کرے تو چیئر پرسن، پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کو اطلاع دیں۔

ڈاکٹر فوزیہ سلیمی
پی ایچ ڈی فزکس (گلاسگو)
(ستارۂ امتیاز ، اعزازِ فضیلت)
چیئر پرسن
پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ
21-E-II، گلبرگ-III، لاہور



قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد　　کشورِ حسین شاد باد
تو نشانِ عزمِ عالی شان　　ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سرزمین کا نظام　　قوتِ اخوتِ عوام
قوم، ملک، سلطنت　　پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مراد

پرچمِ ستارہ و ہلال　　رہبرِ ترقی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال　　جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

سیریل نمبر: 860824

تاریخ اشاعت	ایڈیشن	طباعت	تعداد	قیمت
مئی 2004ء	اوّل	سوم	15,000	22.00